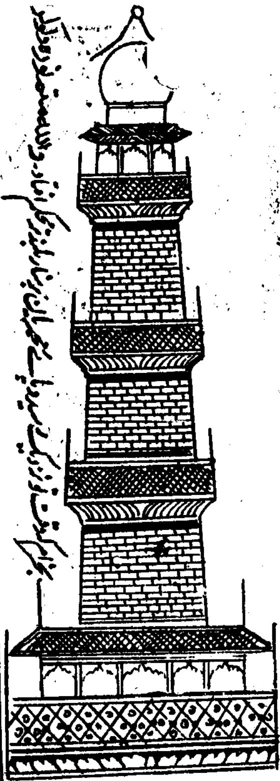
رجسٹرڈ ال نمبر ۷۷



ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم
انہ اوی القریہ

الحکم

چہ گویم باتو گر آئی چہ با در قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ (۱) عوام سے صہ (۲) خواص معاونین سے عـہ (۳) ہندوستان سے باہر سے (۴) غیر مذاہب والوں سے ہیہ (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۱۲ار

نمبر ۹	دارالامان قادیان مورخہ ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۰۵ء مطابق ۱۰ محرم سنہ ۱۳۲۳ھ	جلد ۹

فہرست مضامین

اطلاع ضروری

تفسیر القرآن جلد دوم (جو سورۃ آل عمران سے شروع ہوئی ہے) کا پہلا اور دوسرا نمبر لکھا جا رہا ہے جو انشاء اللہ العزیز جلد تیار ہو جاویگا۔ اس امر کی پابندی کسیقدر مشکل معلوم ہوتی ہے کہ سال مین تین یا چار سیپارے پورے کئے جاوین کیونکہ قرآن کریم کے حقایق کو بیان کرتے وقت اس کشف حقایق کے زمانہ مین میرے نزدیک یہ برا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مضمون کا گلا گھونٹ کر ختم کیا جاوے۔ اسلئے مینے اس جلد مین اس امر کی پروا نہین کرنی چاہی کہ کسقدر حصہ قرآن کریم کا آتا ہے بلکہ جہانتک ایک آیت یا لفظ کے متعلق مجھے ضروری مواد مل سکا ہے مینے اس کے جمع کرنے کی کوشش کی ہے ہر چند مین کوشش کرونگا کہ جسقدر زیادہ حصہ بیان ہو سکے بیان کر دیا جاوے۔ لیکن چونکہ سورہ آل عمران بجائے خود ہمارے مخالفون اور ہمارے درمیان ایک فیصلہ کن سورہ ہے اور اس مین اکثر مضامین بہت بحث طلب مین اسلئے بھی کسیقدر وضاحت سے کلام کرنا پڑیگا۔

اصلاح

تفسیر القرآن جلد اول کے نمبر سوم کے صفحہ دوم پر رکوع ۳۵ کے بالمقابل جو ترجمہ دیا گیا ہے اس مین ایک غلطی رہگئی ہے اس لئے جن صاحبون کے پاس وہ نمبر پہونچ چکا ہے وہ درست کرلین۔

یا ایہا الذین امنوا لا تبطلوا صدقاتکم

الی الآیۃ کا ترجمہ رہگیا ہے جو یہ ہے ایمان والو اپنے صدقات کو احسان جتلانے یا ایذا رسانی سے اس شخص کی طرح اکارت نہ کرو جو اپنا مال لوگون کو دکہانے کیلئے صرف کرتا ہے اور اللہ تعالے اور یوم آخرت پر ایمان نہین رکہتا اسکی مثال اس صاف پتھر کی سی ہے جسپر کچھ مٹی پڑی ہوا ور اسپر زور کا مینہ برسے اور اسکو صاف سل چھوڑ دے۔ جو کچھ انہون نے کمایا اس مین سے وہ کسی چیز کی قدرت نہین رکھتے اور کافر جو کام کر رہے ہین وہ اللہ تعالی کے بتائے ہوئے نہین یا اللہ کافرون کو بامراد نہین کرتا۔ اس ترجمہ کی بجائے اس رکوع کی آخری آیت کا ترجمہ جو ترجمہ والے کالم کی سطر دس سے لیکر سطر ۵ تک ہے درج ہو گیا ہے۔ ناظرین اصلاح کرلین جلد دوم کے نمبر اول و دوم کے اصلاحی سلپ چہاپ کر بہیجدونگا انشاء اللہ۔ یہ غلطی چوہدری نصر اللہ خانصاحب پلیڈر سیالکوٹ نے مجھے بتائی ہے اللہ تعالی انکو جزائے خیر دے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر کے معزز ناظرین کس غور اور مزے سے اسکو پڑھتے ہین۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم و تفسیر القرآن

انا للہ وانا الیہ راجعون

کپورتہلہ سے نہایت افسوسناک خبر ملی ہے کہ میرے مکرم مخدوم مرحوم بہائی محمد خانصاحب کے دوسرے بیٹے عبد الحمید صاحب جو عرصہ سے بیمار چلے آتے تھے ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء کو اس جہان سے رخصت ہوگئے۔ مرحوم ایک سعید جوان تہا۔ مرحوم باپ کیطرح انکو نہین حیا مروت اور کم گوئی کی عادت تھی۔ اللہ تعالی اسے اپنے فضل و رحمت کے سایہ مین جگہ دے اور اس کے محزون بہائی منشی عبد المجید خان صاحب اور بیتاب والدہ کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔ اسکی موت کے متعلق مفتی فضل الرحمان صاحب نے ذیل کی چٹھی چہاپنے کو بہیجی ہے۔ ایڈیٹر

یہ دار فنا کیا کہون حیرت کا مکان ہے
سرمایہ آرام بقا اسمین کہان ہے
خورشید خوشی کا جو کہین جلوہ نما ہو
نو الفور وہین ابر تحیر مین نہان ہے

بہت کم احباب ایسے ہونگے جو ہمارے مکرم و معظم بہائی میان محمد خانصاحب مرحوم ساکن کپورتہلہ کے نام سے ناواقف ہونگے خانصاحب مرحوم حضرت اقدس مسیح موعود کے بڑے جان نثار اور سچے خادم اور مخلص مرید تہے ابہی تہوڑا عرصہ ہوا ہے کہ خانصاحب نے عین عالم شباب مین اس دنیا ناپائدار کو خیرباد کہکر عالم جاودانی کا رستہ لیا ہے خانصاحب مرحوم یکتائے روزگار تھے اور دنیا مین حضرت مسیح علیہ السلام کی اتباع کا کامل نمونہ تھے اونکی وفات پر حضور علیہ السلام کو الہام ہوا تہا کہ (اولاد سے ملائم سلوک کیا جاویگا) جسکو پورا ہوتے ہوئے ہمنے بہی اپنی آنکہونسے دیکہ لیا اور اسکا زندہ ثبوت اون کے فرزند رشید میان عبد المجید خان صاحب سلمہ ربہ موجود ہین۔ اور اپنے والد مرحوم کی عہدہ پر ممتاز ہین ابہی خانصاحب مرحوم کی جدائی کا غم ہمارے سینہ پر بازہ ہی تازہ تہا کہ آج اون کے دوسرے فرزند رشید میان عبد الحمید خان جو میان عبد المجید خانصاحب سے دو سال چہوٹے تھے اور اپنے والد مرحوم کے قدم بقدم چلنے تھے۔ بیشک یہ بچے بعد دو برس اس جہان فانی کو چہوڑ کر اپنے والد مرحوم کے پہلو بہ پہلو جا لیٹے یہ صدمہ کچھ تہوڑا نہین خصوصاً انکی والدہ کیلئے بہت ہی سخت صدمہ ہے مین اپنے احمدی احباب کیخدمت مین وہابونکی باادب التجا کرتا ہون کہ اول تو وہ سب بہائی اپنے اپنے شہر مین اس مرحوم کا جنازہ پڑہین اور دعا مغفرت کرین۔ دوم وہ اپنی نیم شبی دعاؤن مین انکی والدہ کیلئے دعا کرین کہ مولا کریم انکو صبر کی توفیق دیوے۔ کیونکہ یہ صدمہ ان کیواسطے ناقابل برداشت ہے۔

دشمنوں میں پھوٹ

(نمبر ۳)

(مولوی ثناء اللہ صاحب کے روحانی باپ کی سنو)

ناظرین الحکم مولوی ثناء اللہ صاحب کے روحانی باپ کے جلے سے امید ہے حیران ہوں گے اس لئے کہ اس عقدہ کا حل عنقریب ذیل کا مضمون پڑہنے سے ہو جائیگا۔

روحانی باپ کی اصطلاح خود ہمنے وضع نہیں کی بلکہ مولوی فاضل صاحب کے روحانی باپ نے خود اپنے لئے یہی نام تجویز کیا ہے البتہ علے ہمنے ڈالدیا ہے اس لئے کہ اس تحریر سے مولویصاحب کا روحانی باپ ہی معلوم ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں شاید کئی بزرگوں کو یہ فخر حاصل ہو۔ اب میں کسی لمبی تمہید کے بغیر نفس مضمون کو درج کردیتا ہوں۔ ہاں اتنا کہنا ضروری ہے کہ یہ روحانی باپ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ ہیں جنکو خود مولوی ثناء اللہ صاحب نے لاٹ مولوی اور اوزیبل کا خطاب دیا ہے ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نصیحت نامہ

نا لولو

الٹی میٹم

(آخری پیام جنگ)

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوست تر دارند
جوانان سعادتمند پند پیر دانا را
اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ
واگر جنگ جوئی نہ بینی درنگ

میرے عزیز ابو الوفا! خدا تعالیٰ تم کو شمہ وفا عطا کرے اور تمہاری کنیت کو اسم بامسمٰی کرے۔ میری تمہاری جو نسبت روحانی ہے تمکو بخوبی معلوم ہے جو احباب جانتے نہیں جانتے ان کو اس غرض سے کہ وہ اس نصیحت نامہ کو واقعی نصیحت سمجہیں اور مجہے تمہارا سچا ہی خواہ اور دلی خیرخواہ یقین کرکے تمکو اس نصیحت کی قبولیت کا مشورہ دیں، جتاتا ہوں کہ تم حافظ عبد المنان صاحب محدث وزیر آبادی کے فن حدیث میں شاگرد ہوں اور وہ اس ناتوان عاجز سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں اس وجہ سے میں بالواسطہ تمہارا اوستاد اور روحانی باپ ہوں اور تم میرے شاگرد اور روحانی فرزند۔

اسی علاقہ پدری اور پیری نے مجہے آمادہ کیا تہا کہ میں تمہاری تفسیر عربی کو مخالف سنت صریحہ و آثار سلفیہ و موافق خیالات فرقہ نیچریہ و معتزلہ پاکر دو تین مجلس میں پرائیویٹ طور پر تم کو سمجہایا اور بطور مثال تفسیر آیت کوثر کی غلطی کو (جسمیں تم نے حدیث صحیح کا خلاف کیا ہے) پیش کیا تمنے اس غلطی کو تسلیم نہ کیا اور میری نصیحت کا مقابلہ جدل اور پہر میری ناصحانہ تقریروں کے جواب میں (نہیں نہیں میں بہول گیا اپنے ہی اصول مسلمہ و محررہ تقلید خود کے رد میں) رسالہ آیات متشابہات اشاعت کردیا اور میں آنحضرت کی حدیث کو جو بتصریح و تنصیص نبوی مفسر آیت کوثر ہے مفسر قرآن ہونیسے صاف انکار درج کیا۔ میںنے پہر بہی اسی شفقت پدری کے تقاضہ سے تمہارے اس رسالہ آیات متشابہات کا رد شایع نہ کیا اور اس ارادہ اور امید میں رہا کہ اس رسالہ کے اغلاط تمکو پرائیویٹ طور پر سمجہاؤں گا اور حکمت و محبت سے تمکو راہ راست پر لاؤں گا۔

ان ہی دنوں غزنوی صاحبوں نے تمہاری تفسیر عربی کے اغلاط کے بیان میں ایک رسالہ اربعین طبع کیا اور وہ رسالہ میرے پاس لائے اور اسپر میرے دستخط کرانے چاہے۔ میںنے ایک تو اس وجہ سے کہ مجہے اس رسالہ کے طرز استدلال و نتایج سے کل اتفاق نہ تہا گو نفس مسایل سے اتفاق تہا۔ دوسرے اسی شفقت پدری کے تقاضے سے دستخط کرنیسے انکار کیا اور یہ چاہا کہ پرائیویٹ طور پر تمہاری غلطیاں تمکو بتائی جاویں اور اس رسالہ کی اشاعت عمل میں نہ آوے اور رسالہ اربعین کے متعلق ایک جداگانہ مضمون لکہکر ان لوگوں کو دیدیا اور تاکید سے کہدیا کہ وہ مضمون رسالہ اربعین میں درج کرکے شایع نہ کیا جاوے بلکہ یہ بہی ان سے کہا اور تسلیم کرالیا کہ وہ اس رسالہ کو شایع نہ کریں جبتک کہ پرائیویٹ طور پر ان اغلاط کی نسبت میرا تمہارا فیصلہ نہ ہو جاوے۔ ان سے تو میں نے یہ امر تسلیم کرالیا۔ اور اودہر تمسے یہ وعدہ کیا کہ تمہاری تفسیر کی یہ غلطیاں جو اربعین میں بیان کیگئی ہیں اپنے طرز پر مدلل کرکے چار چار کرکے تم کو دکہاؤں گا۔ یہاں تک کہ چالیس کی چالیس پوری ہو جاویں اور اس وعدہ کے مطابق چار غلطیاں اپنی طرز پر مدلل کرکے تمہارے پاس بہیج بہی دیں

مگر اے عزیز تمنے عرصہ تقریباً دو ماہ تک ان چار غلطیوں کی تسلیم یا عدم تسلیم سے اطلاع نہ دی یہانتک کہ پہلے تمکو شہادت مقدمہ گورداسپور میں پہر ہنا ظرہ نگینہ میں مصروفیت ہوگئی اور اس طوالت عہد کی وجہ سے غزنوی صاحبوں کیطرف سے رسالہ کی اشاعت عمل میں آئی جس سے مجہے کمال رنج ہوا اور دونوں جانب کے اعیان پر اظہار رنج و افسوس کیا کس قدر ان لوگوں پر جنہوں نے رسالہ کی اشاعت پر جلدی کی اور زیادہ تر تم پر کہ تمنے میرے چار اغلاط کا جواب دیکر باقی اغلاط کی نسبت پرائیویٹ صفائی کیوں نہ کرلی۔ بایں ہمہ میںنے صفائی اور اتفاق فریقین کی ایک یہ صورت تجویز کی کہ تم اس مضمون کی ایک تحریر شایع کرو کہ میری تفسیر عربی میں جو احادیث صحیحہ سے مخالفت ہوئی ہے اس سے میں رجوع کرتا ہوں تفسیر کے دوسرے اڈیشن (طبع ثانی) میں ان احادیث کو ذیل تفسیر دوں گا اور جو بعض بعض مقامات میں تفسیر معتزلہ وغیرہ سے میری رائے کا اتفاق ہوگیا ہے وہ محض توارد سے ہوا نہ بدقصد توافق اہل بدعت میں اہل بدعت کو گمراہ جانتا ہوں اور ان کے اتفاق کو پسند نہیں کرتا۔ اس تحریر سے وہ فتوے علمار وقت کے جو تمپر لگائے گئے ہیں تمہارے حق میں نہ رہینگے اور وہ خود بخود تمہاری نسبت کان لم یکن ہو جاینگے اور اس امر کی ضرورت باقی نہ رہے گی کہ تم اربعین کا جواب لکہو اور بمقابل اربعین اس کو شایع کرو مگر تمنے میری اس تجویز کو نہ مانا اور جواب اربعین میں رسالہ الکلام المبین لکہہ ہی ڈالا اور چہاپ دیا اور اسکی اشاعت کا ارادہ مصمم کرلیا۔ اسپر میری شفقت پدری نے پہر جوش مارا اور تم کو میںنے کہلا بہیجا کہ وہ رسالہ الکلام المبین اشاعت سے پہلے مجہے دکہلا دو اگر جوابات صحیح ہوئے اور اغلاط اربعین غلط نکلیں تو سب سے پہلے میں اپنے فتوے سے رجوع کروں گا اور فتوے سے تمہاری برات کا بیڑا بہی اٹہاؤنگا۔ پہر میںنے وہ رسالہ دیکہا تو مجہے وہ عذر بدتر از گناہ معلوم ہوا۔ پہر بہی میںنے اس شفقت پدری کے تقاضے سے اس رسالہ کو پبلکی (عام طور پر) رد کرنا نہ چاہا اور اس کے سوال مندرجہ صفحہ ۱۰۸ کا شرطی جواب لکہکر تمہارے سامنے پیش کیا جسکی نقل ذیل میں کیجاتی ہے۔

الجواب

اہلحدیث و اہلسنت ہونیکا مناط صرف کتب اہلحدیث سے استدلال نہیں ہے یہ استدلال تو غیر اہلحدیث حنفیہ شیعہ وغیرہ بہی کرتے ہیں بلکہ مناط اہلحدیث اہلسنت ہونیکا اہلحدیث و اہلسنت کے اصول کی پابندی ہے جسکی تفصیل ہمارے مضمون "اہلحدیث اور ان کا مذہب اور ان کے شناخت کی علامت" میں ہوچکی ہے اور غیر اہلحدیث کے اصول و اشخاص سے تبری چنانچہ آیت فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ کا مفاد ہے۔ بناءً علیہ اہلحدیث ہونیکا جن سے سوال ہے باوجود اختلافات جزئیہ اہلحدیث میں اور مصنف تفسیر القرآن بکلام الرحمن بہی اگر اصول اہلحدیث و اہلسنت کا پابند ہے اور مخالفین مذہب اہلسنت و اہلحدیث (نیچریہ معتزلہ وغیرہ) سے تبری اختیار کرے اور برملا ان کو گمراہ کہے اور جہاں جہاں اسکی تفسیر میں نیچریہ و معتزلہ سے اس کا توافق ہوگیا ہے اسکی نسبت صاف یہ ظاہر کردے کہ یہ توافق محض توارد ہے اور نتیجہ فہم و اجتہاد ان گمراہوں کی موافقت اسکو پیش نظر نہیں ہے۔ اور ان مقامات میں جہاں بپابندی اصول اہلحدیث ان گمراہوں کی مخالفت ضروری معلوم ہوا ان مقامات میں وہ ان گمراہوں کی مخالفت کیلئے تیار ہے تو وہ بہی خاصہ اہلسنت و اہلحدیث ہے اور جو اسکی نسبت توافق اہل بدعت کی نظر سے فتوے نیچریت و اعتزال لگایا گیا ہے وہ رفع ہو جائے گا۔ فان لازم المذھب لیس بمذھب

اس جواب میں چونکہ ایک ایسی شرط تہی جس کا تم رسالہ الکلام المبین اور آیات متشابہات میں خلاف کرچکے تہے اور اپنے عمل و اعتقاد سے رجوع کرنا تمہارے لئے ایک مشکل امر تہا۔ لہذا تمنے اس جواب کو نہ لیا اور یہ کہا کہ میرے سوال کا قطعی جواب دو اور جو میری حالت رسالہ الکلام المبین سے تم کو معلوم اور ثابت ہوتی ہے اس کو پیش نظر رکہکر بتاؤ کہ میں اہلحدیث ہوں یا نہیں۔ اس کے جواب میں تم کو زبانی کہا گیا کہ قطعی جواب میں تمہارا نقصان ہوگا اور وہ تمہارے مدعا کے خلاف نکلیگا۔ اور یہ بہی تمکو زبانی کہا گیا کہ الزامات و اعتراضات اربعین کے پانچ حصے ہیں۔

اول۔ یہ الزام کہ تم دیدار الٰہی و معجزات و کرامات وغیرہ کے منکر ہو۔

دوم۔ یہ کہ تمنے اس تفسیر میں کل مسلمانوں کا خلاف کیا ہے۔

سوم۔ یہ کہ اس تفسیر میں تمام مفسرین کا خلاف کیا ہے۔

چہارم۔ یہ کہ تمنے بہت جگہ تفسیر بحدیث صحیح نبوی کو چہوڑ

پنجم۔ یہ کہ تمنے معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کا اتباع کیا ہے۔

سو منجملہ ان الزامات کے پہلے تین الزامات سے تم چھوٹ گئے اور الکلام المبین مین ان کا جواب ادا ہوا **مگر چوتھے اور پانچوین الزام سے تم بری نہین ہوئے** گو حدیث کو تمنے دلی زبان سے مان لیا ہے مگر بعض احادیث کا مفسر قرآن ہونا تسلیم نہین کیا اور اقوال معتزلہ وغیرہ سے تبری و بیزاری کا اظہار ہی نہین کیا۔ بلکہ ان کے اقوال سے تمسک کو جائز رکھا اور ایک جگہہ الکلام المبین مین ابو مسلم جاحظ معتزلی کو برا کہنے سے تمنے منع کر دیا ہے۔

اس گفتگو کے بعد خاکسار نے تمہارے سوال مندرجہ نمبر ۱۰ الکلام المبین کا مفصل جواب جس کا آٹھہ روز مین لکھدینے کا وعدہ تھا تیار کیا اور تمہارے سکرٹری یا خلیفہ میان حبیب اللہ صاحب سوداگر پشمینہ کے نام خط لکھا کہ جواب تیار ہے۔ اول سے آخر تک سنکر لیلو۔ اور اگر اس جواب کے قبول کرنے مین عذر ہو تو کسی کو منصف قرار دو۔ میرا یہ **خط** پڑھکر تم اور تمہارے سکرٹری میان حبیب اللہ دونون سمجھہ گئے کہ یہ جواب ضرور تمہارے مخالف ہوگا جیسا کہ پہلے کہا گیا تھا اور مجھہ سے سلسلہ خط و کتابت بند کر دیا اسکی شکایت سکرٹری مذکور کو لکھی گئی تو انہون نے ایک خط اس مضمون کا تحریر کیا۔

"مولینا مینے جواب دینا اس لئے ترک کر دیا کہ آپنے سخت ذلیل کرایا۔ ایک وعدہ امرتسر اسٹیشن پر کیا تہا کہ ۱۵ اگست کو دس بجے دن کے جواب دون گا (یعنی رسالہ کلام المبین کے سوال نمبر ۱۰ کا) وہ غلط ہوا پھر روانگی کے وقت آٹھہ روز تک جواب دینے کا وعدہ کیا وہ بھی غلط نکلا آٹھہ روز کے بعد ایک شرط کی پخ لگا دی (وہی شرط کہ جواب سن لو اس کے قبول کرنے مین عذر ہو تو کسیکو منصف کر لو۔ عزیز من یہ وہی شرط ہے جسکے واسطے تم لوگ مولوی عبد الجبار صاحب کی خدمت مین دو دفعہ منت گذارش کر چکے ہو) یہ غضب ہے کہ زبانی تو آپنے کہدیا کہ اربعین کا جواب ہو گیا مگر فریق ثانی کو اور کچھہ لکہدیا اسلیئے مین تو علماء کرام سے سیر ہو گیا براہ مہربانی مجھے اپنے ہی حال پر چھوڑ دین۔ اس معاملہ مین مجھہ سے خطاب نہ کیا کرین" احقر حبیب اللہ از امرتسر۔

اور یہ خط تمہارے سکرٹری کا آیا اور تمہارے دوسرے سکرٹری* کا اشتہار بعنوان **لو فیصلہ ہو گیا** شایع و مشتہر ہوا جسمین یہ درج ہے کہ فلان فلان عالم (دو ازدہ اماموں) نے تمہارا اہلحدیث ہونا اور تمہاری تفسیر کا دل خوش کن ہونا مان لیا ہے اور اسمین میرا نام بھی درج کر کے میرا یہ قول نقل کیا ہے کہ مینے کلام المبین کو کافی جواب اربعین ہونا اور اغراض اربعین سے چھوٹ جانا تسلیم کر لیا ہے جسکو دیکھہ کر میرے بدن پر **غضب و رنج سے رعشہ** طاری ہو گیا۔ تمہارے اور تمہارے سکرٹریوں کی ایسی باتوں کو تو مین مدت سے سنتا اور سہارتا چلا آتا ہون۔ اس **غضب و رنج** کا موجب ان علماء کے وہ کلمات ہین جو اس اشتہار مین اُن سے نقل کئے گئے ہین۔

ان حضرات مین جن کے تمہارے اشتہار مین نام درج ہین ایسے لوگ بھی ہین جن کو مین واقعی عالم اور اہلحدیث جانتا ہون مگر انکی طرف سے تمہاری تفسیر کی تحسین اور تمہارے اہلحدیث ہونیکی تسلیم دیکھکر اگر واقعی انہون نے کی ہو مجھے ان کو ضرور یہ مثل سنانی پڑے گی کہ **چندین مدت خدائی کردی و ہنوز گاؤ خر را نہ شناختی** اور یہ بات کہنی پڑے گی کہ آپ صاحبون نے بخاری و مسلم کتب صحاح بیسیون دفعہ پڑھین و پڑھائی ہونگی مگر افسوس کہ آپ صاحبون کو اب تک یہ معلوم نہ ہوا کہ اہلحدیث کہتے کسکو ہین اور اہلسنت و اہلحدیث کی تعریف کیا ہے۔ آپ صاحبون نے الکلام المبین کی فصل اول و دوم و سوم کو بھی ملاحظہ کیا ہوگا۔ پس اگر آپ اہلحدیث و اہلسنت کے معنے جانتے ہوتے تو اس رسالہ کی فصل اول و دوم و سوم کو پڑھکر مولف رسالہ کو ہرگز ہرگز اہلسنت و اہلحدیث نہ فرماتے۔

اے عزیز! اب چونکہ **تمہاری طرف** سے یہ معاملہ **شروع** ہوا ہے کہ تم نے مجھسے کلام و خطاب ترک کر کے اس اشتہار مین میری نسبت یہ چھاپ دیا کہ مینے الکلام المبین کو **کافی جواب اربعین** تسلیم کیا ہے اور اس کے الزامات سے تمہارا چھوٹ جانا مان لیا ہے جس پر **مثل دروغ گویم بر روئے تو** پوری صادق آتی ہے کیونکہ اسمین ایک حصہ میری تقریر کا لیلیا اور باقی حصون کو جن مین تمہارے رسالہ الکلام المبین پر **سخت زد** تھی کہ اسمین حدیث نبوی کے مفسر قرآن ہونے سے انکار پایا جاتا ہے اور معتزلہ وغیرہ اہل بدعت سے تبری و تحاشا کا اظہار نہین بلکہ ان کے اتباع کی ترغیب پائی جاتی ہے اور اس سے تمہارے اہلحدیث ہونے کی نفی نکلتی تھی چھوڑ دیا اور نقل کلام مین **سرقہ** کیا لہذا مجھے یہی حق حاصل ہو گیا کہ مین بھی بالکل قلم اٹھاؤن اور بذریعہ اشتہار تمہاری خبر لون۔ اور تمہارے سکرٹریون کی غلط* **بیانی ظاہر کرون مگر پھر بھی** مین اپنے اصول کو نہین چھوڑتا اور شفقت پدرانہ کے تقاضے سے تمکو اور تمہارے ہمخیال علماء کو جو تمہارا رسالہ الکلام المبین کو پڑھکر تمکو اہلحدیث لکھہ چکے ہین اور تمہاری تفسیر کی تحسین و تصویب کر چکے ہین صرف اتنا کہنا کافی سمجھتا ہون کہ **تم اور وہ لوگ** میرے اس جواب کو جو مینے **تمہارے سوال** مندرجہ ص۱۰ الکلام المبین کو دیا ہے پرائیوٹ طور پر مجھسے طلب کر کے مطالعہ فرماوین اور نیز میرے مضمون "اہلحدیث اور ان کا مذہب اور انکی شناخت کی علامت" کو جو نمبر ۵ جلد ۲۱ اشاعۃ السنہ مین درج ہوا ہے ملاحظہ کرین۔

اس جواب اور اس مضمون کو پڑھکر تم سب لوگون کی تسلی ہو گی اور تم سب نے اپنی غلطی مان لی تو مجھے اس جواب کو پبلک طور پر شایع کرنیکی حاجت نہ رہے گی۔ اور اگر تمہاری اور تمہارے ہمخیال علماء کی اس جواب اور اس مضمون کو دیکھہ کر تسلی نہ ہوئی تو پھر ناچار خاکسار اس جواب کا **اظہار و اشتہار پبلک** مین کرے گا اور یہ ثابت کر دکھائے گا کہ تفسیر القرآن و رسالہ آیات متشابہات و رسالہ الکلام المبین کا **مصنف اہلحدیث نہین ہے** اور یہ کتابین **اسلام کو نقصان پہونچانے** والی ہین +

راقم

ابو سعید محمد حسین

حاشیہ* ہمنے آپکے جتنے مضمون کی شہادت دی ہے اتنے حصہ کو آپنے بھی تسلیم کیا ہے باقی گفتگو جو آپنے تحریر کی مصنف کلام المبین کہتا ہے کہ وہ اربعین کے متعلق نہ تھی آپ جانین وہ جانے ہمارا کیا قصور۔ احقر حبیب اللہ۔ حکیم محمد دین

خاکسار کہتا ہے مصنف کلام المبین کو میری کلام کے متعلق کچھہ لکھنے کا کیا حق تھا پھر آپنے میری کلام کو کیوں پورا نقل نہ کیا۔
ابو سعید

بنام حکیم محمد الدین۔

مولوی ثناء اللہ کی پردہ دری

(نمبر چہارم)

نگفتہ ندارد کسے باتو کار
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

قادیانی مقدمات

کرشن پنتھی - اور مباہلہ ثناء اللہ کے متعلق الحکم کی گذشتہ اشاعتون مین بحث کر چکا ہون اب اس آرٹکل پر نظر کرنی چاہتا ہون جو ۸ فروری ۱۹۰۵ء کے اہلحدیث مین مولوی فاضل نے قادیانی مقدمات کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ مولوی فاضل کو تو اس سے کچھہ فائدہ ہوا یا نہو لیکن خدا تعالے کے فضل و کرم سے امید ہے کہ سمجھدار اور سعید الفطرت لوگ ضرور فائدہ اٹھائینگے۔

مولوی فاضل صاحب لکھتے ہین

"جب سے قادیانی کرشن کا جرمانہ معاف ہوا ہے قادیانی اخبارون نے وہ وہ اودہم مچا رکھی ہے کہ الامان کیون نہو؟ اسلئے کہ مقدمات کے متعلق کرشن جی نے کہین کہا تہا کہ مین صاف نکل جاونگا۔ ...... حالانکہ اگر انہین حیا ہوتی تو کبھی ایسی بیہودہ سرائی کا نام بھی نہ لیتے اوّل تو اس لئے کہ جس مقدمہ سے یہ سارا سلسلہ چلا وہ خود کرشن جی کی طرف سے مولوی کرم الدین صاحب پر اٹھایا گیا تہا جسکے بعد مولوی صاحب نے بغرض مدافعت دعوی کیا تہا جس مین مولویصاحب موصوف مدت سے بری ہو چکے تھے اور کرشن جی خود بدولت قریب دو سال عدالت مین ملزم بلکہ مجرم بنے پھر سینکڑون نہین ہزارون کا خرچہ اٹھا کر اپیل مین کہین جا کر مولوی صاحب کے ہمرتبہ ہوئے **یعنی جرمانہ معاف** ہوا تو بتلاؤ اس مجموعی کاروائی مین کون خائب و خاسر رہا جسنے ابتداء مین یہہ بات اٹھائی؟"

مخروج اہلحدیث (کیونکہ علماء نے مولوی ثناء اللہ صاحبکو اہلحدیث سے بذریعہ فتوی خارج کر دیا ہے) مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث کے اعتراض متعلق مقدمہ کا یہہ پہلا حصہ ہے۔ جسمین نے حرف

ایک دو سطروں کے سوا (جوان کی معمولی شوخ بازی اور ادا نمائی کا نمونہ نہیں) پورا نقل کر دیا ہے۔ اسلئے اگر وہ دیانت داری سے کام لیں تو جواب الجواب دیتے وقت میرے کل جواب کو درج کرنا انکا **فرض** ہے۔

مولوی فاضل صاحب۔ جواب دینے سے پہلے میں قرآن کریم میں سے لعنت اللہ علے الکاذبین پڑھتا ہوں۔ اور پھر امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے اس فقرہ کہ "**اگر انہیں حیا ہوتی تو کبھی ایسی بیہودہ سرائی کا نام بھی نہ لیتے**" کو خوب یاد رکھیں گے کیونکہ کم از کم آپ کے حیا و شرم کا ثبوت بھی تو اسی معیار پر ہوگا۔

ناظرین ! با حیا ابوالوفا نے پوری وفاداری اور حیا پروری سے کام لیکر ان چند سطروں میں **پانچ جھوٹ** بولے ہیں۔ لیکن ناظرین اہلحدیث کو ان سے ان پانچ جھوٹوں کی بنا پر فتوی لینے سے پرہیز نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے ۱۹ اگست ۱۹۰۴ء کو مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں صاف لکھوا دیا ہے "**میں جھوٹے آدمی سے جو دنیاوی کام میں جھوٹ بولا ہو فتوی لونگا۔**

قابل فتوی ہونا لیاقت پر منحصر ہے خواہ وہ دنیاوی کاموں میں **کتنا ہی جھوٹ بولا ہو**"

مولوی **ابوالوفا** صاحب عفی نے جو یہ پانچ جھوٹ بولے ہیں ہر چند وہ ان کے اُن تین جھوٹوں کے موقع پر نہیں جہاں **جھوٹ** بولنا جائز ہے (دیکھو بیان مذکور) تاہم انہوں نے موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور جہلاء کو غلط فہمی میں ڈالنے کے لئے اس راہ کو اختیار کیا ہے۔

مولویصاحب ! ذرا اسی شرم و حیا سے (جسکے یاد رکھنے کے لئے مینے پہلے عرض کیا تھا) بتائیں کہ کس فیصلہ میں لکھا ہوا ہے کہ **جرمانہ معاف ہوا**۔ اگر آپ نہ کہا ئیں اور ہرگز نہ کہا سکیں گے تو پھر سچے دل سے پڑھو **لعنت اللہ علے الکاذبین۔**

یہہ ایک خطرناک مغالطہ ہے جو مولوی ثناء اللہ صاحب دے رہے ہیں۔ خلق کی اگر انہیں پروا نہیں تو خالق کی تو پروا کریں اور کچھہ تو شرم و حیا سے کام لیں۔ **جرمانہ کا معاف ہونا** اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ شخص جسپر جرمانہ ہو قانوناً مجرم ہو کر قابل سزا ٹھیر جاوے لیکن عدالت محض رحم کی بنا پر اسکی سزا **جرمانہ معاف کر دے۔**

مگر کیا مولوی ثناء اللہ صاحب دعوی کر سکتے ہیں کہ حضرت حجۃ اللہ کا معاملہ اسی قسم کا ہے۔ صاحب سشن جج بہادر کا فیصلہ شائع ہو چکا ہے اسمیں صاف طور پر حضرت اقدس کو بری ٹھیرایا گیا ہے **اور جرمانہ واپس کیا گیا ہے** پھر شائع شدہ فیصلہ کے بعد ایسی غلطی جو بیہودہ اور رنجدہ ہونیکے علاوہ پبلک کو گمراہ کرنے والی غلطی ہے میں نہیں جانتا مولوی فاضل ایڈیٹر نے کیوں کی ہے؟

کاش ! "**اگر انہیں ذرا بھی حیا ہوتی تو ایسی بیہودہ سرائی کا نام بھی نہ لیتے**" مولوی فاضل صاحب ! عطائے تو بلقائے تو۔

یہہ کہنا کسی حال میں درست نہ ہوگا کہ انہوں نے اصل فیصلہ پڑھا نہیں۔ اسلئے کہ اوّل وہ فیصلہ خود اسکے اپنے ہیڈ کوارٹر امرتسر میں ہوا۔ دوم اخبارات الحکم۔ البدر ریویو میگزین کے ذریعہ شائع ہو کر انکے پاس پہونچا۔ اسکو پڑھ لینے کے بعد **جرمانہ کا معاف** ہونا قرار دینا یا تو پبلک کو مغالطہ میں ڈالنا ہے یا مولوی صاحب کو **معافی جرمانہ اور واپسی جرمانہ** میں تمیز نہیں ہے جو غالباً انکی شان فضیلت کے خلاف ہے۔

معافی جرمانہ کا سوال تو طے ہوا۔ مولوی صاحب **حیا** سے کام لیں گے تو اپنی اس غلطی کا اعتراف **کرینگے** ورنہ اسکی بے سود تردید کرینگے۔

دوسرا جھوٹ جو مولویصاحب نے اس تحریر میں شائع کیا ہے یہہ ہے۔

"کہ جس مقدمہ سے یہہ سارا سلسلہ
نکلا وہ خود کرشن جی کی طرف کو مولوی
کرم الدین صاحب پر اُٹھایا گیا تھا"

اسکے جواب میں میں لعنت اللہ علے الکاذبین کے سوا کیا کہوں + ساری دنیا واقف اور آگاہ ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعودؑ کی طرف سے کوئی استغاثہ مولوی کرم الدین تو کجا کسی شخص کے خلاف **آجتک نہیں کیا گیا** یہی تو کمال **شفقت** اور رحمت ہے ورنہ اگر یہ وجود پاک قانونی حقوق سے فائدہ اُٹھاتا تو میں سچ کہتا ہوں کہ مولوی فاضل صاحب! بڑے بڑے فاضل (بخیال خویش) درست ہو جاتے اور وہ بازاری بولیاں جو اسکے اور اس کی جماعت کے خلاف بولی جا رہی ہیں۔ رک جاتیں ! مارٹن کلارک جیسے مقدمہ میں باوصفیکہ عدالت نے خود کہا کہ آپ کو نالش کرنے کا حق ہے مقدمہ نہ کیا۔ وہ تو ایسا **عمیم الاخلاق** انسان ہے کہ **ہوئی ہوئی ڈگری تک کے معاف کر دینے سے بھی دریغ نہیں کرتا اور وہ بھی اپنے مخالفوں کو**

دشنام اتیں سے

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

پھر یہ کہنا کہ کرم الدین کے خلاف انہوں نے کوئی مقدمہ کیا کیسا کھلا جھوٹ ہے۔

آہ ! **اگر ذرا بھی حیا ہوتی تو ایسی بیہودہ سرائی کا نام بھی نہ لیتے**"

کرم الدین کے ساتھہ کوئی ذاتی دشمنی اور کینہ نہ تھا محض حق کی حمایت اور اظہار کے لئے آپکے بعض خدام کو در عدالت تک جانا پڑا۔ اور آخر جس غرض کے لئے وہ گئے تھے خدا کے فضل و کرم سے اسمیں وہ پورے کامیاب ہو گئے۔

مولوی فاضل ! اگر مولوی کرم الدین کا اپنا بیان ہی کبھی پڑھ لیتا تو وہ یہہ ہرگز نہ کہتا کہ مولوی کرم الدین نے بغرض مدافعت دعوی کیا تھا۔ کیونکہ مولوی کرم الدین نے یہہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسکا دعوے بغرض مدافعت نہیں تھا بلکہ میرا (ایڈیٹر الحکم) دعوی بغرض مدافعت ہے (قطع نظر اسکے کہ صحیح ہے یا غیر صحیح)

بہرحال

حضرت اقدس کیطرف سے کوئی دعوی کرم الدین کے خلاف دائر نہیں کیا گیا تھا۔ اگر مولوی فاضل صاحب کی اس فقرہ سے وہ دعاوی جو حکیم فضل الدین صاحب اور خاکسار ایڈیٹر الحکم کیطرف سے مولوی کرم الدین کے خلاف کئے گئے تھے مراد ہیں تو میں نہایت ادب سے عرض کرونگا کہ "**اگر انہیں حیا ہوتی تو کبھی ایسی بیہودہ سرائی کا نام بھی نہ لیتے**"

کیونکہ اس سے بڑھ کر پردہ دری کیا ہوگا؟ مولوی فاضل صاحب ! ایمان اور راستبازی ہاں **حیا اور انصاف** سے بتانا کہ کیا میرے مقدمہ میں مولوی کرم الدین صاحب بری ہوئے ہیں؟ اور حضرت اقدسؑ کے مقدمہ سے کتنا عرصہ پہلے بری ہوئے تھے؟ یہہ سوال اس لئے کیا گیا ہے کہ آپنے لکہا ہے **مدت سے بری ہو چکے تھے**۔

پبلک کی آنکھوں میں دہول ڈالنے کی آپ توبڑی کوشش کرتے ہیں مگر کامیاب نہیں ہو سکتے۔

رہا حکیم فضل الدین صاحب کا مقدمہ اس کا تو اگر آپ ذکر ہی نہ کرتے تو اچھا ہوتا غالباً آپ نے اس کا فیصلہ نہیں پڑھا ہوگا۔ ورنہ ایسی جرأت اور دلیری آپ نہ کرتے کیونکہ وہ **مقدمہ** تو بڑے بڑے امور پر روشنی ڈالنے والا ثابت ہوا ہے۔ اس لحاظ سے کہ پورے طور پر یہ امر سمجھہ میں آجاوے کہ اس مقدمہ میں کون کامیاب ہوا اور کون ناکام کسیقدر تفصیلی بحث بکار ہے۔

(باقی پانچویں نمبر میں)

سید ظہور حسن سجادہ نشین بٹالہ کی رائے

سید ظہور حسن صاحب سجادہ نشین بٹالہ کی ایک رائے اعلٰے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مجھے اتفاق سے مل گئی ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے شائع کردوں تاکہ ان کے دوست احباب اور ان کے مرید غور کریں کیا عجب کہ کسی کی سعادت اسکی رہنمائی کرے اور اسے اس چشمہ ہدایت و رشد تک لے آئے۔ یاد رہے کہ شیخ عبدالرحمٰن ایک نو مسلم ہے جو موضع بوٹر کا رہنے والا ہے وہ ۲۲۔ جمادی الاوّل ۱۳۰۱ھ ہجری کو بٹالہ جا کر سجادہ نشین موصوف کے ہاتھہ پر مسلمان ہوا تھا۔ اسکے ساتھہ ہی انکی اہلیہ بھی مسلمان ہوئی تھی۔ اسوقت سجادہ نشین صاحب نے جو سرٹیفکیٹ شیخ صاحب مذکور کو دیا اس میں حضرت اقدس کے متعلق بھی ضمناً رائے دیدی۔ جسکو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

امابعد بدکہ اہل اسلام ہویدا باد کہ اندرین آوان سید و زمان عبد سردار سنت سنگہ بعد اہلیہ خویش بہ برکت صحبت جناب **مرزا غلام احمد صاحب سلمہ اللہ کہ شخصے وحید عصر است** از نور ایمان در قلب ہجیں طلب او تافت۔

بنی بخش پٹواری ساعی شد کہ فقیر حسب معمول مشائخ خویش رحمہم اللہ کلمہ شہادت آن سردار رشید را تلقین کند اگرچہ برائے حصول این سعادت **مرزا غلام احمد ہزار درجہ ازمن اولٰی بود**"

اس لمبے سرٹیفکیٹ میں سے اسقدر حصہ اس قابل تہا کہ میں اسے بطور ایک شہادت کے شائع کر دیتا ناظرین غور کریں کہ سجادہ نشین موصوف تسلیم کرتا ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب **شخصے وحید عصر است**۔ یعنی یہہ ایسے باخدا بزرگ ہیں کہ ان کی نظیر اسوقت موجود نہیں ہے اور دوسری جگہ صاف لفظوں میں اعتراف ہے کہ وہ مجھہ سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔

کوئی شخص اگر یہہ خیال کرے کہ یہہ صرف کسر نفسی کے طور پر کہا ہے تو مجھے تعجب ہوگا کہ اپنی کسر نفسی ہی سہی لیکن حضرت اقدس کے مدارج علیا کو تو تسلیم کیا ہے۔ اور پھر ایسی حالت میں کہ شخص مذکور بٹالہ جا کر مسلمان ہوا تہا بٹالہ میں بھی تو اور مولوی موجود تھے مگر کسی کی نسبت اس قسم کے الفاظ انہوں نے نہیں لکھے یہہ ایک شہادت ہے جس سے کم از کم سید ظہور الحسن صاحب کے مرید فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ خدا کرے کہ انکو غور کرنے کی توفیق رفیق حال ہو۔ **آمین**۔

جلسۃ الوداع کی تقریب پر حضرت حجۃ اللہ کی تقریر

ابتداءً اکثر احباب کی ... اور خواہش کے باعث یہ خیال تھا کہ جلسۃ الوداع کی ایک مختصر رپورٹ یکجائی صورت میں لکھی جاوے لیکن چونکہ وہ مقصد بھی کسی دوسرے وقت پر ... سے ملتوی ہو گیا تو اس رپورٹ کی اشاعت کی بھی کوئی صورت نہ ہوئی۔ اسپر میں نے اس جلسہ کی تقریروں کو وقتاً فوقتاً الحکم میں چھاپ دیا۔ چنانچہ حضرت حکیم الامۃ اور مخدوم الملۃ کی تقریریں گذشتہ سال میں چھاپ چکا ہوں حضرت اقدس کی تقریر بھی چھاپنی شروع کی تھی مگر اسکے ایک دو نمبر نکل کر کسی وجہ سے وہ معرض التوا میں آگئی۔ اب جبکہ گنجائش ہے میں چاہتا ہوں کہ اسکو مکمل کر دوں۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ سلسلہ درست رہے اور پڑھنے والے کو فائدہ پہنچے وہ تھوڑا سا حصہ جو شائع ہو گیا تھا اسے بھی پھر درج کرتا ہوں تاکہ سلسلہ درست رہے اور سالگذشتہ کے الحکم کے اوراق پلٹنے نہ پڑیں اب انشاء اللہ برابر اشاعت میں تاوقتیکہ ختم نہ ہو جاوے حتی الوسع شائع ہوگی وباللہ التوفیق۔ ایڈیٹر۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب سے زندہ اتر آنے اور اس حادثہ سے بچ جانے کا قرآن شریف میں صحیح اور یقینی علم دیا گیا ہے مگر افسوس ہے کہ پچھلے ہزار برس میں جہاں اسلام پر اور بہت سی آفتیں آئیں وہاں یہ مسئلہ بھی تاریکی میں پڑ گیا اور مسلمانوں میں بدقسمتی سے یہ خیال راسخ ہو گیا کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور وہ قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے مگر اس چودھویں صدی اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا تاکہ میں اندرونی طور پر جو غلطیاں مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہیں انکو دور کروں اور اسلام کی حقیقت دنیا پر ظاہر کروں۔ اور بیرونی طور پر جو اعتراض اسلام پر کئے جاتے ہیں ان کا جواب دوں اور دوسرے مذاہب باطلہ کی حقیقت کھول کر دکھاؤں خصوصیت کے ساتھ وہ مذہب جو صلیبی مذہب ہے یعنی عیسائی مذہب اسکی غلط اعتقادات کا استیصال کروں جو انسان کے لئے خطرناک سم ہیں۔ اور انسان کی روحانی قوتوں کے نشو و نما اور ترقیوں کیلئے ایک روک ہیں منجملہ انکے ایک یہی مسئلہ ہے جو مسیح کے آسمان پر جانے کے متعلق ہے۔ اور جس میں بدقسمتی کر بعض مسلمان بھی ان کے شریک ہو گئے ہیں۔ اسی ایک مسئلہ پر عیسائیت کا دار و مدار ہے کیونکہ عیسائیت کی نجات کا مدار اسی صلیب پر ہے ان کا عقیدہ ہے کہ مسیح ہمارے لئے مصلوب ہوا۔ اور پھر وہ زندہ ہو کر آسمان پر چلا گیا جو گویا اس کی خدائی کی دلیل ہے۔

جن مسلمانوں نے اپنی غلطی سے ان لوگوں کا ساتھ دیا ہے وہ یہ تو نہیں مانتے کہ مسیح صلیب پر مرگیا مگر وہ اتنا ضرور مانتے ہیں کہ وہ آسمان پر اٹھایا گیا ہے لیکن جو حقیقت اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھولی ہے وہ یہ ہے کہ مسیح ابن مریم اپنے ہمعصر یہودیوں کے ہاتھوں سخت ستایا گیا جسطرح پر راستباز اپنے زمانہ میں نادان مخالفوں کے ہاتھوں ستائے جاتے ہیں۔ اور آخر ان یہودیوں نے اپنی منصوبہ بازی اور شرارتوں سے یہ کوشش کی کہ کسیطرح پر ان کا خاتمہ کر دیں اور ان کو مصلوب کرا دیں۔ بظاہر وہ اپنی ان تجاویز میں کامیاب ہو گئے کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم کو صلیب پر چڑھائے جانے کا حکم دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے جو اپنے راستبازوں اور ماموروں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ ان کو اس لعنت سے جو صلیب کی موت کے ساتھ وابستہ تھی بچا لیا۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ وہ اس صلیب سے زندہ اتر آئے اس امر کے ثبوت کیلئے بہت سے دلائل ہیں جو خاص انجیل ہی سے ملتے ہیں۔ لیکن اسوقت اسکا بیان کرنا میری غرض نہیں۔ ان واقعات کو جو صلیب کے واقعات ہیں انجیل میں پڑھنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مسیح ابن مریم صلیب سے زندہ اتر آئے۔ اور پھر یہ خیال کر کے کہ اس ملک میں ان کے بہت سے دشمن ہیں اور دشمن بھی دشمن جان۔ اور جیسا کہ وہ پہلے کہہ چکے تھے کہ نبی بے عزت نہیں ہوتا مگر اپنے وطن میں جس سے انکی ہجرت کا پتہ ملتا تھا انہوں نے ارادہ کر لیا کہ اس ملک کو چھوڑ دیں۔ اور اپنے فرض رسالت کو پورا کرنے کیلئے وہ بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں نکلے اور نصیبین کیطرف سے ہوتے ہوئے افغانستان کے راستہ کشمیر میں آ کر بنی اسرائیل کو جو کشمیر میں موجود تھے تبلیغ کرتے رہے اور ان کی اصلاح کی . . . . اور آخر انمیں ہی وفات پائی۔ یہ امر ہے جو مجھ پر کھولا گیا ہے۔ اس ایک مسئلہ سے عیسائیت کا ستون ہی ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ جب صلیب پر مسیح کی موت ہی نہیں ہوئی اور وہ تین دن کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر ہی نہیں گئے تو الوہیت اور کفارہ کی عمارت تو بیخ و بن سے گر جاتی اور مسلمانوں کا غلط خیال (جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہوتی تھی کہ وہ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں اور پھر نازل ہونگے حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا پرانا نبی نہیں آسکتا۔ جسکی نبوت پر آپ کی مہر نہ ہو) بھی دور ہو گیا اور قرآن شریف کی اصل اور پاک تعلیم بھی ثابت ہو گئی کیونکہ قرآن شریف میں تو مسیح علیہ السلام کا صاف اقرار فلما توفیتنی کا موجود ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ ہم وفات مسیح کے مسئلہ پر زیادہ زور دیتے ہیں کیونکہ انکی موت کے ساتھ عیسائی مذہب کی بھی موت ہے۔ اسی غرض سے مینے کتاب مسیح ہندوستان میں لکھنی شروع کی ہے۔ اور اس کتاب کے بعض مطالب کی تکمیل کے لئے مینے مناسب سمجھا ہے کہ اپنی جماعت میں سے چند آدمیوں کو بھیجوں جو ان علاقہ جات میں جا کر ان آثار کا پتہ لاویں جن کا وہاں موجود ہونا بتایا جاتا ہے چنانچہ اس غرض کو مدنظر رکھ کر ہم نے یہ جلسہ کیا ہے تاکہ ان دوستوں کو رخصت کرنے سے پہلے ہم سب ملکر ان کے لئے دعائیں کریں کہ وہ خیر و عافیت کے ساتھ اس مبارک سفر کے لئے رخصت ہوں اور کامیاب ہو کر واپس آئیں۔

اگرچہ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سفر جو تجویز کیا گیا ہے اگر نہ بھی کیا جاتا تو بھی خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اسقدر شواہد اور دلائل ہمکو اس امر کے لئے دیدئے ہیں جنکو مخالف کا قلم اور زبان توڑ نہیں سکتی۔ لیکن مومن ہمیشہ ترقیات کی خواہش کرتا ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ حقایق اور معارف کا بھوکا پیاسا ہوتا ہے کبھی ان سے سیر نہیں ہوتا اسلئے ہماری بھی یہی خواہش ہے کہ جسقدر ثبوت اور دلائل اور مل سکیں وہ اچھا ہے اسی مقصد کیلئے یہ تقریب پیش آئی ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو نصیبین کیطرف بھیجتے ہیں۔ جس کے متعلق ہمیں پتہ ملا ہے کہ وہاں کے حاکم نے حضرت مسیح کو (جبکہ وہ اپنی ناشکر گزار قوم کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھا رہے ہیں) لکھا تھا کہ آپ میرے پاس چلے آئیں۔ اور واقعہ صلیب کے بچ جانے کے بعد اس مقام پر پہونچکر انہوں نے بدقسمت قوم کے ہاتھ سے نجات پائی ہو وہاں کے حاکم نے یہ بھی لکھا تھا کہ آپ میرے پاس آجائینگے تو آپکی خدمت کی سعادت حاصل کرونگا اور میں بیمار ہوں میرے لئے دعا بھی کریں اگرچہ یہ ایک انگریزی کتاب سے ہمیں معلوم ہوا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ روضۃ الصفا جو ایک اسلامی تاریخ ہے اس قسم کا مفہوم اس سے بھی پایا جاتا ہے اس لئے یہ یقین ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نصیبین میں ضرور آئے اور اسی راستہ سے وہ ہندوستان کو چلے آئے ہیں۔ سارا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے۔ لیکن ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ اس سفر میں انشاء اللہ حقیقت کھل جائیگی اور اصل معاملہ صاف ہو جائیگا۔ ممکن ہے کہ اس سفر میں ایسی تحریریں پیش ہو جاویں یا کتبے نکل آویں جو مسیح علیہ السلام کے اس سفر کے متعلق بعض امور پر روشنی ڈالنے والے ہوں یا حواریوں میں سے کسی کی قبر کا کوئی پتہ چل جاوے۔ یا اور اس قسم کے بعض امور نکل آویں جو ہمارے اس مقصد میں مؤید ثابت ہو سکیں۔ اسلئے میں نے اپنی جماعت میں سے تین آدمیوں کو اس سفر کیلئے طیار کیا ہے۔ ان کے لئے ایک عربی تصنیف بھی میں کرنی چاہتا ہوں جو بطور تبلیغ کے ہو اور جہاں جہاں وہ جاویں اس کو تقسیم کرتے رہیں اسطرح پر اس سفر سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ ہمارے سلسلہ کی اشاعت بھی ہوتی جاوے گی۔ اور میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے میں دیکھتا ہوں کہ جس کام اور مقصد کیلئے میں اون کو بلاتا ہوں نہایت تیزی اور جوش کے ساتھ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے میری طرف سے کسی امر کا اشارہ ہوتا ہے اور وہ تعمیل کے لئے طیار۔ حقیقت میں کوئی قوم اور جماعت طیار نہیں ہو سکتی جبتک اس میں اپنے امام کی اطاعت اور اتباع کیواسطے اس قسم کا جوش اور اخلاص اور وفا کا مادہ نہ ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو جو مشکلات اور مصائب اٹھانے پڑے اون کے عوارض اور اسباب میں سے جماعت کی کمزوری اور بے دلی بھی تھی۔ چنانچہ جب اونکو گرفتار کیا گیا تو پطرس جیسے اعظم الحوارین نے اپنے آقا اور مرشد کے سامنے انکار کر دیا۔ اور نہ صرف انکار کیا بلکہ تین مرتبہ لعنت بھی بھیج دی اور اکثر ان کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اسکے برخلاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے وہ صدق و وفا کا نمونہ دکھایا جسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملسکتی۔ اونہوں نے آپ کی خاطر ہر قسم کا دکھ اٹھانا سہل سمجھا یہانتک کہ عزیز وطن چھوڑ دیا اپنے املاک و اسباب اور احباب سے الگ ہو گئے اور بالآخر آپ کی خاطر جان تک دینے سے تامل اور افسوس نہیں کیا۔ یہی صدق اور وفا تھی جس نے اونکو آخر کامیاب کیا۔ اسی طرح میں اب دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری جماعت کو بھی اسکی قدر اور مرتبہ کے موافق ایک جوش بخشا ہے اور وہ وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھاتی ہیں۔ جس دن سے مینے نصیبین کیطرف ایک جماعت کے بھیجنے کا ارادہ کیا ہے۔ ہر ایک شخص کوشش کرتا ہے کہ اس خدمت پر میں مامور کیا جاؤں اور دوسرے کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور آرزو کرتا ہے کہ اس کی جگہ اگر مجھے بھیجا جاوے تو میری بڑی ہی خوش قسمتی ہے بہت سے احباب نے اس سفر پر جانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا میں ان درخواستوں سے پہلے مرزا خدا بخش صاحب کو اس سفر کے واسطے منتخب کر چکا تھا اور مولوی قطب الدین اور میاں جمال الدین کو ان کے ساتھ جانے کے واسطے تجویز کر لیا تھا۔ اسواسطے مجھے ان احباب کی درخواستیں کو واپس کر دینا پڑا تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جنہوں

اطلاع - صفحہ ۴ کا بقیہ مضمون اگلی اشاعت میں آئیگا -

نے بعید کامل اور سچے اخلاص کے ساتھ اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی پاک نیتوں کے ثواب کو ضائع نہیں کریگا اور وہ اپنے اخلاص کے موافق اجر پائینگے۔

دور دراز بلاد اور ممالک غیر کا سفر آسان نہیں ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ اس وقت سفر آسان ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی یہ کسکو علم ہو سکتا ہے کہ اس سفر سے کون زندہ آئیگا۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بیویوں اور دوسرے عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر جانا کوئی سہل بات نہیں اپنے کاروبار اور معاملات کو ابتری اور پریشانی کی حالت میں چھوڑ کر ان لوگوں نے اس سفر کو اختیار کیا ہے اور انشراح صدر سے اختیار کیا ہے جس کے لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ بڑا ثواب ہے ایک تو سفر کا ثواب ہے کیونکہ یہ سفر محض خدا تعالیٰ کی عظمت اور توحید کے اظہار کے واسطے ہے۔ دوسرے اس سفر میں جو مشقتیں اور تکالیف ان لوگوں کو اٹھانی پڑینگی ان کا ثواب بھی ہے اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا جبکہ من یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ کے موافق وہ کسی کی ذرہ بھر نیکی کے اجر کو بھی ضائع نہیں کرتا تو اتنا بڑا سفر جو اپنے اندر ہجرت کا نمونہ رکھتا ہے اس کا اجر کبھی ضائع ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ صدق اور اخلاص ہو ریا اور دوسرے اغراض شہرت و نمود کے نہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ بر و بحر کے شدائد و مصائب کو برداشت کرنا اور ایک موت کا قبول کر لینا بجز صدق کے نہیں ہو سکتا۔

بہت سے بھائی ان کے لئے دعائیں کرتے رہیں گے اور میں بھی ان کے واسطے دعاؤں میں مصروف رہونگا کہ اللہ تعالیٰ انکو اس مقصد میں کامیاب کرے اور خیر و عافیت سے واپس لاوے اور سچ تو یہ ہے کہ ملائکہ بھی ان کے واسطے دعائیں کرینگے اور وہ ان کے ساتھ ہونگے۔

اب میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اس موقع پر ہماری جماعت نے دو قسم کی مروت اور ہمت دکھائی ہے ایک تو یہ گروہ ہے جنہوں نے سفر اختیار کیا ہے اور اپنے آپکو سفر کے خطرات میں ڈالا ہے اور ان مصائب و شدائد کی برداشت کرنیکو تیار ہو گئے ہیں جو اس راہ میں انہیں پیش آئینگی دوسرا وہ گروہ ہے جنہوں نے سیر دینی اغراض و مقاصد میں ہمیشہ دل کھول کر چندے دئے ہیں میں کچھ ضرورت نہیں سمجھتا کہ تفصیل کروں کیونکہ ہر شخص کم و بیش اپنی استطاعت اور مقدرت کے موافق حصہ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کس اخلاص اور وفاداری سے ان چندوں میں شریک ہوتے ہیں میں خوب جانتا ہوں کہ ہماری جماعت نے وہ صدق اور وفا دکھایا ہے جو صحابہ۔ ساعۃ العسر میں دکھاتے تھے اگرچہ اشتہار میں میں نے چند دوستوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے اپنی صدق و ہمت کا نمونہ دکھایا ہے لیکن اس سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ میں دوسروں سے بے خبر ہوں یا انکی خدمات کو قابل قدر نہیں سمجھتا؟ میں خوب جانتا ہوں کہ کون سرگرمی اور اخلاص کے ساتھ میری راہ میں دوڑتا ہے میں چونکہ بیمار رہا اور ابھی تک طبیعت ناساز ہے اس لئے میں پوری تفصیل نہیں لکھ سکا اور نہ مختصر سے اشتہار میں اتنی تفصیل ہو سکتی تھی پس جن لوگوں کے نام درج نہیں ہوئے انکو افسوس نہیں کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ ان کے صدق اور اخلاص کو خوب جانتا ہے اگر کوئی شخص اس غرض کے لئے چندہ دیتا ہے یا ہماری دینی ضروریات میں شریک ہوتا ہے کہ اسکا نام شائع کیا جاوے تو یقیناً سمجھو کہ وہ دنیا کی شہرت اور نام و نمود کا خواہشمند ہے لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے اس راہ میں قدم رکھتا ہے اور خدمت دین کے لئے کمربستہ ہوتا ہے اسکو اس بات کی کچھ بھی پروا نہیں ہوتی۔ دنیا کے نام کی کچھ حقیقت اور اثر اپنے اندر نہیں رکھتے ہیں نام وہی بہتر ہوتے ہیں جو آسمان پر لکھے جاویں کاغذات کا کیا اثر ہے ایک دن ہوتے ہیں اور ایک وقت ضائع ہو جاتے ہیں لیکن جو کچھ آسمان پر لکھا جاتا ہے وہ کبھی محو نہیں ہو سکتا۔ اسکا اثر ابد الآباد تک رہتا ہے۔ میرے بہت سے مخلص احباب ایسے ہیں جن کو تم میں سے شاید بہت کم جانتے ہوں لیکن انہوں نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے۔ مثلاً میں نظیر کے طور پر کہتا ہوں کہ مرزا یوسف بیگ صاحب میرے بہت ہی مخلص اور صادق دوست ہیں میں نے انکا ذکر اسواسطے کیا ہے کہ اس طرح پر بھائیوں میں باہم تعارف بڑھتا ہے اور محبت پیدا ہوتی ہے مرزا صاحب اس وقت سے میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جبکہ میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا تھا میں دیکھتا ہوں کہ ان کا دل محبت اور اخلاص سے بھرا ہوا ہے۔ اور وہ ہر وقت سلسلہ کی خدمت کیلئے اپنے اندر ایک جوش رکھتے ہیں ایسا ہی اور بہت سے عزیز دوست ہیں اور سب اپنے اپنے ایمان اور معرفت کے موافق اخلاص اور جوش محبت سے لبریز ہیں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اعمال کی توفیق رفتہ رفتہ ملتی ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک ایمان قوی ہوتا ہے اسیقدر اعمال میں بھی قوت آتی ہے یہانتک کہ اگر یہ قوت ایمانی پورے طور پر نشوونما پا جاوے تو پھر ایسا مومن شہید کے مقام پر ہوتا ہے۔ کیونکہ کوئی امر اس کے سدراہ نہیں ہو سکتا وہ اپنی عزیز جان تک دینے میں بھی تامل اور دریغ نہ کریگا۔

میں نے کئی دفعہ اس سے پہلے بھی بیان کیا ہے اور اب بھی اسکا بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے اسلئے میں پھر لکھنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو انبیاء علیہم السلام کو بھیجتا ہے اور آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس نے دنیا کی ہدایت کے واسطے بھیجا اور قرآن مجید کو نازل فرمایا تو اس کی غرض کیا تھی؟ ہر شخص جو کام کرتا ہے اسکی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے ایسا خیال کرنا کہ قرآن شریف کے نازل کرنے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی کوئی غرض اور مقصد نہیں ہے کمال درجہ کی گستاخی اور بے ادبی ہے کیونکہ اس میں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی طرف ایک فعل عبث کو منسوب کیا جائیگا۔ اور حالانکہ اسکی ذات پاک ہے (سبحانہ وتعالیٰ شانہ) پس یاد رکھو کہ کتاب مجید کے بھیجنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہے کہ دنیا پر عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھاوے۔ جیسے فرمایا ما ارسلنٰك الا رحمۃ للعٰلمین اور ایسا ہی قرآن مجید کے بھیجنے کی غرض بتائی کہ ھدی للمتقین۔ یہ ایسی عظیم الشان اغراض ہیں کہ انکی نظیر نہیں پائی جا سکتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جیسے تمام کمالات متفرقہ جو انبیاء علیہم السلام میں تھے وہ رسول اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع کردئے۔ اور تمام خوبیاں اور کمالات جو متفرق کتابوں میں تھے وہ قرآن شریف میں جمع کردئے۔ اور ایسا ہی جسقدر کمالات تمام امتوں میں تھے وہ اس امت میں جمع کردئے پس خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم ان کمالات کو پالیں۔ اور یہ بات بھی بھولنی نہیں چاہیئے کہ جیسے وہ عظیم الشان کمالات ہم کو دینا چاہتا ہے اسکے موافق اسنے ہمیں قویٰ بھی عطا کئے ہیں۔ کیونکہ اگر اس کے موافق قویٰ نہ دئے جاتے تو پھر ہم ان کمالات کو کسی صورت سے حاصل نہیں کرسکتے تھے اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص ایک گروہ کی دعوت کرے تو ضرور ہے کہ وہ اس گروہ کے موافق کھانا طیار کرے اور اسی کے موافق ایک مکان ہو یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ دعوت تو ایک ہزار آدمی کی کرے اور ان کے بٹھانیکے واسطے ایک چھوٹی سی کٹیا بناوے نہیں بلکہ وہ اس تعداد کا پورا لحاظ رکھے گا۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ کی کتاب بھی ایک دعوت اور ضیافت ہے جسکے لئے کل دنیا کو بلایا گیا ہے۔ اس دعوت کیلئے خدا تعالیٰ نے جو مکان طیار کیا ہے وہ قویٰ ہیں جو ان لوگوں کو دئے گئے ہیں قویٰ کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا اب اگر بیل گتے یا کسی اور حیوانو کے سامنے قرآن کریم کی تعلیما کو پیش کریں۔ وہ نہیں سمجھ سکتے۔ اسلئے کہ ان میں وہ قویٰ نہیں ہیں جو قرآن کریم کی تعلیما کو برداشت کرسکیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمکو وہ قویٰ دئیے ہیں اور ہم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا جو خاتم المومنین خاتم العارفین اور خاتم النبیین ہے۔ اور اسیطرح وہ کتاب اسپر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں اور آپ پر نبوت ختم ہو گئی تو یہ نبوت اسطرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کردے۔ ایسا ختم قابل فخر نہیں ہوتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونیسے یہ مراد ہے کہ طبعی طور پر آپ پر کمالات نبوت ختم ہو گئی یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدم سے لیکر مسیح ابن مریم تک نبیوں کو دئے گئے تھے کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی وہ سب کے سب آنحضرت صلعم میں جمع کردئے گئے۔ اور اسطرح پر آپ طبعاً خاتم النبیین ٹھیرے۔ اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات۔ وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں۔ وہ قرآن شریف پر آکر ختم ہو گئے۔ اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھیرا۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترا عظیم ہے ہم جس قوت یقین معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ نہیں مانتے اور انکا ایسا ظرف ہی نہیں ہے وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے اور اسکی حقیقت سے بیخبر ہیں وہ نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے۔ اور اسپر ایمان لانیکا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جسکو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھولدیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔ دنیا کی مثالوں میں سے ہم ختم نبوت کی مثال اسطرح پر دیتے ہیں کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے اور چودھویں تاریخ پر آکر اسکا کمال ہو جاتا ہے جبکہ اسکو بدر کہا جاتا ہے اسیطرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر آکر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ جو یہ مذہب رکھتے ہیں کہ نبوت زبردستی ختم ہو گئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یونس بن متی پر بھی ترجیح نہیں دینی چاہیئے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھا ہی نہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم کے فضائل اور کمالات کا کوئی علم ہی انکو نہیں باوجود اس کمزوری فہم اور کمی علم کے ہمکو کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے منکر ہیں؟ میں ایسے مریضوں کو کیا کہوں اور انپر کیا افسوس کروں اگر ان کی یہ حالت نہ ہو گئی ہوتی اور حقیقت اسلام کی نیکی دور نہ جا پڑے ہوتی تو پھر میرے آنیکی ضرورت کیا تھی؟ ان لوگوں کی ایمانی حالتیں بہت کمزور ہو گئی ہیں اور وہ اسلام کے مفہوم اور مقصد سے محض ناواقف ہیں ورنہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اہل حق کی عداوت کرتے جسکا نتیجہ کافر بنا دیتا ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم میں کونسی بات اسلام کے خلاف ہے ہم لا الہ الا اللہ کہتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور روزے کے دنوں میں روزے بھی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ یہ تمام اعمال اعمال صالحہ کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ محض ایک پوست کی طرح ہیں جنمیں مغز نہیں ہے۔ ورنہ اگر

جو یہ اعمال صالحہ نہیں تو پھر ان کے پاک نتائج کیوں پیدا نہیں ہوتے؟ اعمال صالحہ تو تب ہو سکتے ہیں کہ وہ ہر قسم کے فساد اور بناوٹ سے پاک ہوں۔ لیکن انہیں یہ باتیں کہاں ہیں؟ میں کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ ایک مومن متقی ہو اور اعمال صالحہ کرنے والا ہو اور وہ اہل حق کا دشمن ہو حالانکہ یہ لوگ سمجھتے تھے اور دوسرے سمجھتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ مجھکو اللہ تعالیٰ نے مامور کرکے بھیجا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت کچھ بھی ان کے دل میں ہوتی تو وہ انکار نہ کرتے اور اس سے ڈر جاتے کہ ایسا نہو ہم خدا تعالیٰ کے نام کی

۱۰ فروری ۱۹۰۵ء۔ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حجۃ الاسلام سے فرمایا نصر من اللہ و فتح قریب و بشر المؤمنین۔

۱۱ فروری ۱۹۰۵ء۔ اللہ تعالیٰ کی تجلیات سے بہرہ ور ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور الہام ہوا۔ ففروا الی اللہ۔

۱۲ فروری ۱۹۰۵ء تجلیات الٰہیہ کا عجیب مشاہدہ کیا درد شکم سے سخت بیمار تھا یہ زبان سے نکلا

از درد بیقرارم فریادرس الٰہی
خود را بتو سپارم فریادرس الٰہی

اسپر درد جاتا رہا۔

۱۳ فروری ۱۹۰۵ء۔ الہام ہوا۔ ما یلقّٰھا و ما یلقّٰھا الا ذو حظ عظیم۔

۱۵ فروری ۱۹۰۵ء۔ دربار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبانی اپنے قادیان آجانے کی مبارکباد سنی۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خوش باش و برو ہمقدم ماموریں اللہ۔

۱۶ فروری ۱۹۰۵ء۔ بیت الحرام میں نماز پڑھی اور الہام ہوا۔ من یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم پھر الہام ہوا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا

۱۷ فروری ۱۹۰۵ء۔ الہام ہوا۔ فلنولینک قبلۃ ترضھا فول وجھک شطر المسجد الحرام۔

۱۸ فروری ۱۹۰۵ء۔ مکہ معظمہ کا سفر بذریعہ جہاز طے کیا۔ الہام ہوا۔ وجاء اھل المدینۃ یستبشرون۔

۲۰ فروری ۱۹۰۵ء۔ بیت اللہ میں نماز پڑھی۔ امام نے سورۃ جمعہ پڑھی۔ الہام ہوا۔ اولٰئک علی ھدی من ربھم و اولٰئک ھم المفلحون۔

۲۱ فروری ۱۹۰۵ء حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مصافحہ کیا اور انہوں نے پیار کیا۔

۲۲ فروری ۱۹۰۵ء۔ تجلیات الٰہیہ کا مشاہدہ کیا الہام ہوا۔ والقیت علیک محبۃ منی ولتصنع علیٰ عینی۔

۲۳ فروری ۱۹۰۵ء۔ رؤیا میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنے قادیان میں مرنے اور دفن ہونے کی آرزو پیش کی اسپر الہام ہوا۔ ما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا ویعلم مستقرھا ومستودعھا پھر الہام ہوا فسبح بحمد ربک وکن من السّٰجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین

۲۴ فروری ۱۹۰۵ء خیال ہوا کہ کیا میری نماز حسب فرمودہ حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوتی ہے؟ اسپر الہام ہوا۔ فاذکروا اللہ کما علمکم ما لم تکونوا تعلمون

۲۵ فروری ۱۹۰۵ء۔ الہام ہوا تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ ذٰلک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء۔ اس کے بعد الہام ۲۶ فروری کا تکرار ہوا۔

۲۶ فروری ۱۹۰۵ء۔ الہامات نازل ہوئے۔ اما بنعمۃ ربک فحدث۔ وما یلقّٰھا الا ذو حظ عظیم واذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔

۲۷ فروری ۱۹۰۵ء۔ الہام ہوا۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جہنم وساءت مصیرا

۲۸ فروری۔ جواد کریم ملک بر رؤف الرحیم

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت اچھی ہے۔ نصرۃ الحق کی تصنیف اور طبع کا کام بسرعت ہو رہا ہے۔

۲۔ خاندان رسالت کے تمام ممبر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے تندرست ہیں بزرگان ملت کی صحت قوم کی خوشی اور اللہ تعالیٰ کے شکر کا موجب ہو رہی ہیں

۳۔ موسمی حالت میں (بجز اس کے کہ طبعی طور پر سردی کم ہوگئی ہے) کوئی نمایاں تبدیلی نظر نہیں آئی ہے۔ ہر دوسرے تیسرے ابر محیط آسمان رہتا ہے۔ موسم کی اس غیر طبعی حالت کیوجہ سے بیماری کی آگ سلگ رہی ہے۔ کوئی نہ کوئی کیس ہو جاتا ہے۔

۴۔ ۱۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو میرے مکرم بھائی بابو محمد افضل صاحب کا بڑا بچہ عبد اللہ کئی روز کے متواتر بخار سے انتقال کر گیا انا للہ وانا الیہ راجعون معصوم مرحوم ایک ہونہار اور ذہین بچہ تھا۔ اسکی عمر کے لحاظ سے اسمیں غیر معمولی مستعدی اور ہوشیاری پائی جاتی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی جو ظاہر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو عالم ثانی میں ہمارے لئے فرط بنائے اور اس کے محزون والدین کو صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرماوے۔

۵۔ ۱۲ مارچ ۱۹۰۵ء عالی جناب لالہ موتی لال صاحب تحصیلدار بٹالہ بتقریب دورہ بٹالہ کو واپس ہوتے ہوئے یہاں تشریف لائے۔ میں نے جو الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں قادیان کے نوٹیفائڈ ایریا قرار دیجانے کے متعلق اور سڑک بٹالہ تا قادیان کی شکستہ حالت کی طرف آپ کو توجہ دلائی تھی یا جیسا آپ نے پورا نوٹس لیا ہے۔ سڑک کیلئے آپ نے باقاعدہ رپورٹ کی ہے اور نوٹیفائڈ ایریا قرار دیے جانے کے متعلق باشندگان کے بیانات قلمبند کر کے آپ لے گئے ہیں اور ایک زوردار رپورٹ کرنا چاہتے ہیں لالہ موتی لال صاحب ایک مشہور خوش اخلاق اور رعایا کی بہی خواہی کیلئے خود تکالیف برداشت کرنیوالا نیک افسر ہے یہی وجہ ہے کہ بٹالہ کی تحصیل آپ کی موجودگی پر بہت ہی نازاں اور خوش ہے۔ اگرچہ سنا جاتا ہے کہ آپ عنقریب ترقی پا کر ڈپٹی ہونے والے ہیں لیکن ضلع گورداسپور کی کیسی خوش قسمتی ہو اگر وہ اس ضلع میں ایسی ترقی پائیں بہرحال قادیان کی آبادی اس کے باشندوں کی کثرت خصوصاً سلسلہ عالیہ احمدیہ کی وجہ ترقی اس امر کی مقتضی ہیں کہ اس کو نوٹیفائڈ ایریا قرار دیا جاوے اور سڑک کے پختہ کئے جانیکا انتظام ہو مجھے امید ہے کہ تحصیلدار صاحب کی توجہ بہت جلد قادیان کے رہنے والوں کو شکر گذار بنائیگی

۶۔ ۱۱ مارچ کی رات کو بیان کیا جاتا ہے کہ ایک کنواری ہندو لڑکی بعض شریر اور قابل اعتراض چال چلن رکھنے والے بالجبر اٹھا لے گئے۔ اور اسے حبس بیجا میں رکھکر اس کی عصمت پر بالجبر حملہ کرنا چاہا وارثوں سے معلوم ہوا ہے کہ باضابطہ مقدمہ چلایا ہے۔ ایسے شریر بدمعاشوں کا قرار واقعی انتظام اگر نہ کیا گیا تو خطرہ کے بڑھجانے کا اندیشہ ہے۔ کیا ہمارے ضلع کے نیکدل ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر خاص نوٹس نہ لیں گے۔ ابھی جتنے منہ اتنی باتیں ہیں مفصل پھر بتا سکیں گے اور اصلیت ظاہر کرینگے

ولادت

میرے مکرم بھائی مفتی فضل الرحمان صاحب کے ہاں خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ۱۴ مارچ ۱۹۰۵ء کو فرزند عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور اسے خادم دین بنا کر ملک اور قوم کیلئے مفید ٹھہرائے اور وہ نافع الناس وجود ہو آمین۔

میں صدق دل سے مفتی صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں۔

محمد علی صاحب احمدی سروعہ سے تحریر کرتے ہیں کہ ان کا بھائی علی احمد ورنیکلر سکول اجمیر میں پڑھتا ہے ان کے امتحان میں کامیابی کی دعا فرماویں جو کہ ۲۲ مارچ کو ہونا ہے۔

مشتہرین کا صفحہ شایع نہیں ہوسکا۔

ایڈیٹر

عذر گناہ بدتر از گناہ

نمبر اول

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را
مرشوئے کردہ را نبود زیب دختری

الحکم کی گذشتہ اشاعتوں میں مولوی ابوالوفا امرتسری کے اعتراضوں کی حقیقت نمائی کیلئے ایک مسلسل آرٹیکل شایع ہوا ہے۔ مجھے خیال اور امید تھی کہ اگر مولوی فاضل صاحب کا کانشنس بالکل مردہ اور مسخ نہیں ہو گیا تو وہ اپنے غلط۔ بیہودہ اور لاطائل اعتراضات کو واپس لیں گے۔ اور آئندہ بے گستاخی نہ کرینگے مگر میرا قیاس اسوقت تک صحیح ثابت نہیں ہوا۔ ضد اور تعصب کا برا ہو کہ یہ صداقت کا دشمن ہے

مولوی فاضل صاحب نے ان مضامین پر پورے ایک مہینے کی غور اور فکر کے بعد ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء کے اہلحدیث میں قلم اٹھایا ہے جس سے ان مضامین کی وقعت اور قوت کا پتہ مل سکتا ہے۔ لیکن میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ مولوی صاحب نے جو کچھ اب لکھا ہے وہ

عذر گناہ بدتر از گناہ

کا صحیح مصداق ہے اس لئے میں اس عنوان کے نیچے ان کے ان مضامین کی پڑتال کرونگا سب سے اول مولوی ابوالوفا صاحب نے یہ چالاکی کی ہے کہ میرے مضمون کا ایک بھی فقرہ جواب دینے سے پہلے نقل نہیں کیا میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ میرے مضامین کو پورا درج کر دیتے تو اہلحدیث کے ناظرین پر حقیقت کھل جاتی اور بدوں کسی مزید تحریر کے فیصلہ ہو جاتا۔ اب بھی اگر وہ الحکم کے جوابی مضامین کو بالمقابل درج کر دیں تو انکی دیانت داری اور انصاف پسندی کا بھی اقتضا ہونا چاہیئے جب ان کے کسی مضمون پر لکھا جاتا ہے تو ان کے اغراض کو اول نقل کر دیا ہے مگر ابوالوفا صاحب اس عمل کو اپنا دشمن اور پردہ در سمجھ کر اس سے بچتے ہیں یا بھاگتے ہیں۔

اسکے بعد میں انشاء اللہ العزیز دکھاؤنگا کہ مولوی ثناء اللہ کا اعتراض کیا تھا؟ اس کا جواب کیا دیا گیا اسپر فاضل صاحب ایک مہینے کے بعد کیا کہتے ہیں۔ اور یہ سب بطور خلاصہ ہوگا اور یہ سلسلہ

تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جو کہ آپ نے ۱۰ مارچ کی شب کو فرمائی

وحی اور کشف میں فرق اور کشف غیر مسلم کو بھی ہو سکتا ہے

ایک صاحب نے عرض کی کہ ایک عرصہ سے میرے دل میں خواہش ہے کہ کشف کی حالت طاری ہو۔ اور اگرچہ میں اپنے علم کے رو سے جانتا ہوں کہ اس کا حاصل ہونا کوئی کمالات میں سے نہیں ہے تاہم اس کا خیال ہرگز دور نہیں ہوتا۔ اس کے لیے کچھ شفاعت فرماویں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

کہ اس کا تعلق مجاہدات اور ریاضات سے ہے لیکن اب آپ کی عمر اس کی متحمل نظر نہیں آتی۔ عالم شباب میں ایسے مجاہدات اور ریاضات انسان کر سکتا ہے جس سے اس پر یہ حالت جلد طاری ہو۔ پیرانہ سالی میں قوائے ضعیف ہو جاتے ہیں معدہ کام کرنے سے رہ جاتا ہے۔ اس لیے مجاہدات میں استقامت حاصل نہیں ہوتی۔ آپ کے مناسب حال اگر کوئی مجاہدہ ہے۔ تو میری رائے میں یہ ہے کہ خلوت کے درمیان ذکر الٰہی اور توجہ الی اللہ کی کثرت کریں۔ غیر اللہ کو تعلقات سے قطع کریں اور اللہ تعالیٰ کو اس کا مسکن بنا لینا آسان بات نہیں ہے۔ یہ بھی بڑا مجاہدہ ہے۔ بیہودہ مجلسوں اور قیل و قال سے الگ رہیے۔ اور غفلت کے پردہ کو جو کہ انسان کی زندگی پر پڑے ہوتے ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ پیرانہ سالی کے لحاظ سے یہ عمدہ مجاہدہ ہے جس سے تزکیہ نفس ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اب اس عمر میں نوافل اور روزے وغیرہ کی برداشت مشکل ہے۔ اس مطلب میرا اس شعر میں خوب بیان ہے

لب ببند و گوش بند و چشم بند
گر نہ بینی نور حق بر ما بخند

کہ انسان اپنی زبان کو اور کانوں اور آنکھوں کو اپنے قابو میں ایسا کرے کہ سوائے رضائے حق کے ان سے کوئی فعل صادر نہ ہو۔ انسانی زندگی میں جو بے اعتدالی ہوتی ہے اسے اعتدال پر لانا بڑا کام ہے۔ اب اس وقت یہی مناسب حال ہے کہ خلوت بہت ہو اور ذکر الٰہی سے قلب غافل نہ ہو۔ اگر انسان اس کی مداومت اختیار کرے تو آخرکار قلب موثر ہو جاتا ہے۔ اور ایک تبدیلی انسان اپنے اندر رکھتا ہے۔

کشف رؤیا کا اعلیٰ درجہ ہے

کشف کیا ہے یہ رؤیا کا ایک اعلیٰ مقام اور مرتبہ ہے۔ اس کی ابتدائی حالت کہ جس میں غیبت حس ہوتی ہے۔ صرف اس کو خواب (رؤیا) کہتے ہیں۔ جسم بالکل معطل بیکار ہوتا ہے اور حواس کا ظاہری فعل بالکل ساکت ہوتا ہے۔ لیکن کشف میں دوسرے حواس کی غیبت نہیں ہوتی بیداری کے عالم میں انسان وہ کچھ دیکھتا ہے جو کہ نیند کی حالت میں حواس کے معطل ہونے کے عالم میں دیکھتا تھا۔ کشف سے کہتے ہیں کہ انسان پر بیداری کے عالم میں ایک ایسی ربودگی طاری ہو کہ وہ سب کچھ جانتا بھی ہو اور حواس خمسہ اس کے کام بھی کر رہے ہوں اور ایک ایسی ہوا چلے کہ نئے حواس اسے مل جاویں جن سے وہ عالم غیب کے نظارے دیکھ لیوے وہ حواس مختلف طور سے ملتے ہیں کبھی بصر میں کبھی شامہ یعنی سونگھنے میں کبھی سمع یعنی شنوائی میں اس طرح جیسے کہ حضرت یوسف کے والد نے کہا انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون (کہ مجھے یوسف کی خوشبو آتی ہے اگر تم یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا) اس سے مراد وہی نئے حواس ہیں جو کہ یعقوبؑ کو اس وقت حاصل ہوئے۔ اور انہوں نے معلوم کیا کہ یوسف زندہ موجود ہے اور ملنے والا ہے اس خوشبو کو دوسرے پاس والے نہ سونگھ سکے کیونکہ ان کو وہ حواس نہ ملے تھے جو کہ یعقوبؑ کو ملے۔ جیسے گڑ سے شکر بنتی ہے اور شکر سے کھانڈ اور کھانڈ سے اور دوسری شیرینیاں لطیف در لطیف بنتی ہیں ایسے ہی رؤیا کی حالت ترقی کرتی کرتی کشف کا رنگ اختیار کرتی ہے۔ اور جب وہ بہت صفائی پر آ جاوے تو اس کا نام کشف ہوتا ہے

کشف اور وحی میں فرق

لیکن وحی ایسی شے ہے جو کہ اس سے بدرجہا بڑھ کر صاف ہے۔ اور اس کے حاصل ہونے کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے کشف تو ایک ہندو کو بھی ہو سکتا ہے بلکہ ایک دہریہ بھی جو خدا کو نہ مانتا ہو وہ بھی اس میں کچھ نہ کچھ کمال حاصل کر لیتا ہے لیکن وحی سوائے مسلمان کے دوسرے کو نہیں ہو سکتی یہ اسی امت کا حصہ ہے کیونکہ کشف تو ایک فطرتی خاصہ انسان کا ہے۔ اور ریاضت سے یہ حاصل ہو سکتا ہے۔ خواہ کوئی کرے کیونکہ فطرتی امر ہے جیسے جیسے کوئی اس میں مشق اور محنت کرے گا۔ ویسے ویسے اس پر اس کی حالتیں طاری ہوں گی۔ اور ہر نیک و بد کو رؤیا کا ہونا اس امر پر دلیل ہے۔ دیکھا ہوگا کہ سچی خوابیں بعض فاسق و فاجر لوگوں کو بھی آ جاتی ہیں پس جیسے ان کو سچی خوابیں آتی ہیں ویسے ہی زیادہ مشق سے کشف بھی ان کو ہو سکتے ہیں حتیٰ کہ حیوان بھی صاحب کشف ہو سکتا ہے لیکن الہام یعنے وحی الٰہی ایسی شے ہے کہ جب تک خدا سے پوری صلح نہ ہو اور اس کی اطاعت کے لیے اس نے گردن نہ رکھ دی ہو تب تک وہ کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ یہ اسی امر کی طرف اشارہ ہے نزول وحی کا صرف ان کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ خدا کی راہ میں مستقیم ہیں۔ اور وہ صرف مسلمان ہی ہیں۔ وحی ہی وہ شے ہے کہ جس سے انا الموجود کی آواز کان میں آ کر ہر ایک شک و شبہ سے ایمان کو نجات دیتی ہے اور بغیر جس کے مرتبہ یقین کامل کا انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا لیکن کشف میں یہ آواز کبھی نہیں سنائی دیتی اور یہی وجہ ہے کہ صاحب کشف ایک دہریہ بھی ہو سکتا ہے لیکن صاحب وحی کبھی دہریہ نہیں ہوگا۔

اس مقام پر حضرت نور الدین صاحب حکیم الامت نے عرض کی کہ حضور سائل کا منشاء یہ ہے کہ یہ خواہش کس طرح دل سے دور ہو جاوے۔ فرمایا کہ ان کے دل میں کشف کی جو عظمت بیٹھی ہوئی ہے جب تک وہ نہ دور ہوگی۔ تو علاج کیسے ہوگا۔ اسی لیے تو میں فرق بیان کر رہا ہوں۔ ہمارے ہاں ایک چوہڑی (خاکروبہ) آتی ہے۔ وہ بھی خوابوں کا ایک سلسلہ بیان کیا کرتی ہے لیکن اس سے اس کا عند اللہ مقرب ہونا یا صاحب کرامت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ ایک مسلمان کا کشف جس قدر صاف ہوگا۔ اس قدر غیر مسلم کا ہرگز صاف نہ ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ ایک مسلم اور غیر مسلم میں تمیز رکھتا ہے اور فرماتا ہے قد افلح من زکٰھا۔ لیکن وحی کو کشف نہیں پا سکتا یہ وحی کی ہی قدر ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے ارادہ سے اس کے لیے ایک شخص کو انتخاب کرتا ہے اور شرف مکالمہ بخشتا ہے اور ہر میدان میں اس کا حافظ و ناصر ہوتا ہے۔ اور صاحب وحی کے تعلقات دن بدن خدا سے قائم ہوتے اور بڑھتے جاتے ہیں۔ اور ایمان میں غیر معمولی ترقی روز بروز مشاہدہ کرتا ہے۔

(البدر)

مختصر نوٹ اور نکات

حقیقی توحید جس کا اقرار ہم سے خدا تعالیٰ چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بت ہو خواہ انسان ہو خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر اور فریب منزہ سمجھنا اور اس کے مقابل کوئی قادر تجویز نہ کرنا کوئی رازق نہ ماننا کوئی معز اور مذل خیال نہ کرنا کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اس سے خاص کرنا اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا اپنا تذلل اس سے خاص کرنا اپنی امیدیں اسی سے خاص کرنا۔ اپنا خوف اسی سے خاص کرنا پس کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تخصیص کے کامل نہیں ہو سکتی اول ذات کے لحاظ سے توحید یعنے یہ کہ اس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا اور تمام کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت خیال کرنا۔ دوم صفات کے لحاظ سے توحید یعنے یہ کہ ربوبیت اور الوہیت کی صفات بجز ذات باری کسی میں قرار نہ دینا اور جو بظاہر رب الانواع یا فیض رساں نظر آتے ہیں یہ اس کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا سوم اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید یعنے محبت وغیرہ شعار عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک گردا نہ ماننا اور اسی میں کھوئے جانا۔

جس شخص کی فطرت سلیم اور عقل درست ہو وہ کیسے چند روزہ لذائذ اور حظوظ نفسانی میں مبتلا ہو کر اپنے رب کریم سے غافل اور کس طرح اپنی ناچیز کاموں اور قابلیتوں کو اپنے واسطے کافی سمجھ کر مولا حقیقی کی عبادت اور استعانت سے لاپروا اور کیسے ہزار در ہزار ظاہری عبرتوں اور آسمانی نصیحتوں کے درمیان بے خبر اور جاہل رہ سکتا ہے یہ تمام بدمستی اور غفلت اسی بدفہمی کا نتیجہ ہے جس کو رب العالمین بدکاروں کی نسبت اس طرح ظاہر فرماتا ہے ام حسب الذین یعملون السیات ان یسبقونا یعنے کیا بدکاروں کا یہ گمان ہے کہ وہ ہم پر سبقت لے جائیں گے۔

اگر انسان بدفہم ہو تو ایمانی اصول سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے جو شخص خدا تعالیٰ کو اپنا سچا مولیٰ سچا مددگار سچا خیر خواہ سچا ہادی اور حساب اعمال کو واقعی اور صحیح مانتا ہے وہ اس ایمان کے نیچے نامعلوم طور پر بہت کچھ ترقیات کر سکتا ہے بشرطیکہ اپنے اعمال کو

ایک نیا دعوٰے

اگرچہ حضرت سلیمان کا یہہ قول ہے کہ آفتاب کے نیچے کوئی شے نئی نہین لیکن جب کوئی شے وجود مین آتی یا کوئی نئی بات ہوتی ہے تو لوگ مجازاً آکہہ ہی دیتے ہین کہ یہ ایک نئی شے یا نئی بات ہے ایک نئی شے یا نئی طاقت کے اظہار یا نئے دعوٰے کے پیش کرنے سے پہلے صدہا لوگ اون دعاوی یا اون اظہارات کی تائید مین ہوتے ہین اور خود اون کے اپنے دلون مین بھی بعض اوقات ایسے خیالات اٹھتے ہین لیکن جب کسی خاص آدمی کی جانب سے اونکا اظہار یا اعلان کیا جاتا ہے تو اکثر لوگ اوسکی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہین چند ہی ایسے جری نکلتے ہین جو حق الامر کی جہت سے تصدیق کرتے ہون بشرطیکہ وہ حق الامر ہو بھی۔ بہت دفعہ ایسا انکار یا اعراض صرف اسواسطے کیا جاتا ہے کہ ایسا خیال یا ایسا دعوی یا انکشاف کسی ایسے آدمی کی جانب سے یا ایسے آدمی کے مونہہ سے ہوا ہے جسے انکار کرنے والے کسی اور وجہہ سے پسند نہین کرتے ہیں لوگون کی طبیعتون مین عموماً نسبتی معیار کی مقدار یا وزن بہت کچھہ ہوتا ہے لوگ یہ سوچا کرتے ہین کہ اگر یہ بات فلان شخص کہہ دیتا یا فلان کے مونہہ سے نکلتی تو ضرور قابل یقین کرنے کے تہی لیکن چونکہ یہ فلان کے مونہہ سے نکلی ہے اس واسطے قابل تسلیم کرنے کے نہین ہے اکثر اختلافات کی وجہہ یہی **نسبتی معیار** ہے۔

جب سے مرزا صاحب نے **مہاراج کرشن** کے اوصاف مین آنے کا دعوے کیا ہے اکثر مسلمانون مین ایک گبہراہٹ سی پیدا ہو گئی ہے بعض لوگ اسے ایک شائستہ نکتہ چینی کی نگاہون سے دیکھتے ہین اور اسپر غور کرتے ہین اور بعض کے نزدیک یہہ بھی ایک تازہ مشغلہ ہو گیا ہے۔

جو لوگ قبل از اعلان اس دعوے کے اسی مین تعلیم قرآن کی خوبی بتلاتے تہے وہ بھی اوس نسبتی معیار کی تاثیر سے اسکے مخالف اور نکتہ چین ہو گئے ہین اگر مرزا صاحب کے مونہہ سے یہہ کلمات نہ نکلتے تو شاید ابھی ایک اور عرصہ تک بھی اس مشرب کے قایل رہتے جس کا مرزا صاحب نے اعلان کیا ہے بہت لوگ اس امر کے قائل ہین کہ قرآن مجید، آنحضرت ہر ملک اور ہر قوم مین ایک ہادی، **ایک برگزیدہ** آنے کے معترف ہین قائل ہی نہین تہے بلکہ اسپر مصر بھی۔ تہے خدا کی شان مرزا صاحب کے مونہہ سے نکلتے ہی وہ تمام دلیلیں گندہ اور بوسیدہ ہو گئیں یہانتک کہ قرآن مجید مین یہہ تعلیم ہی نہ رہی۔ **مرزا مظہر جان جانان** اور خدا جانے اور کس کس کے مقولے اس تعلیم کی تائید مین بیان کئے جاتے تہے اور اون پر یہہ تائید نصوص اور احادیث زور دیا جاتا تہا وہ سب کے سب صرف اس خاطر ردی کے دفتر مین چلے گئے کہ مرزا صاحب کے مونہہ سے اسکی تصدیق ہوتی ہے ایک ضدی شخص کہا کرتا تہا کہ فلان شخص جو کچھہ کہتا ہے وہ ہے تو برحق اور درست **مگر چونکہ وہ** کہتا ہے اسواسطے برحق نہین ہے یہی حال اس مسئلہ کا ہوا ہے سیالکوٹ یا لاہور کے جلسہ تک تو اسپر اچھے اچھے عالمون کا اعتقاد با یقین تہا اور یہہ بھی خوبی مانے قرآنی مین داخل تہا مگر جب سے مرزا صاحب کے مونہہ سے نکل گیا بس اوس سب صداقت پر پانی پہر گیا مین نہین جانتا مسلمانون کی ایسی صداقتون کا در اصل وجود کیا ہے اور یہہ کیسی خوفناک اخلاقی جرأت ہے سچائی اور حق پرستی تو اس مین تہی کہ جو لوگ اس مسئلہ کے پیشتر سے ہی قایل اور مصدق تہے وہ ڈنکے کی چوٹ کہہ اٹہتے کہ جو کچھہ مرزا صاحب نے کہا ہے وہ درست تو ہے لیکن یہ درست نہین کہ مرزا صاحب ان کرشنی اوصاف کے متصف ہین اس مین نہ تو مرزا صاحب کی تصدیق ہوتی تہی اور نہ اون کا ترسد یہہ **ایک حق بات تہی** افسوس ہمارے علماء کرام کی طبیعتون مین کسقدر ضد اور ہٹ ہے اب اسپر ہی اڑے جاتے ہین کہ چونکہ یہہ خیال مرزا صاحب کی زبانی معرض اظہار مین آیا ہے اسواسطے وہ سرے سے ہی غلط ہے۔

اگر میری رائے پوچھو تو جو کچھہ مرزا صاحب نے کہا ہے یہہ بحث الگ رکہکر کہ وہ خود بھی اس کے متصف ہین یا نہین اوس قرآنی تعلیم پر نئے یا عملی الفاظ مین روشنی ڈالی ہے جو شروع سے قرآنی مفہوم تسلیم ہوتا آیا ہے **میرزا مظہر جان جانان** مرحوم نے صدیون سے یہ مانا ہوا تہا۔ مین کہتا ہون ان سوالات کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔

"کیا ہندوستان مین کوئی قوم رہتی تہی"

"وہ اوس خدا کی خدائی سے باہر تہی جو عرب یا شام کا خدا تہا۔"

"کیا عرب و شام سے کوئی نبی یا مرسل ہند مین آیا تہا۔"

"کیا خدا پر ان لوگون کی ہدایت ضروری نہ تہی۔"

"کیا ان کی ہدایت کے واسطے کوئی نبی بہیجا گیا۔"

"اگر نہین بہیجا گیا تو کیون۔"

"جن ملکون مین بہیجا گیا اون مین خدا کے نزدیک کیا کچھہ فوقیت تہی"

"کیا یہ لوگ اس حالت مین خدا کے سامنے جواب دہ ہو سکتے ہین۔"

"کیا اس حالت مین ان کا کوئی قصور ہے"

"کیا قرآن مجید مین کل انبیاء کا ذکر نام بنام آگیا ہے"

"کیا قرآن مجید مین یہ آگیا ہے کہ ہندوستان مین کوئی نبی نہین بہیجا گیا تہا"

"میرزا صاحب پر مسخری کرنے سے ہمارے علمائے کرام پہلے ان سوالات کا جواب پیدا کر لین اور پہر گفتگو کرین یون اعتراض کون نہین کر سکتا ہے۔

اگر اس دعوے کا دوسرا رخ دیکھین تو اس قرآن کی اوس صداقت اور خدا کی اوس رحمانیت کا ثبوت ملتا ہے جو کسی دوسری آسمانی کتاب مین نہین پائی جاتی ہے اور اس سے ایک ہوشمند سوچ سکتا ہے کہ قرآن اور وہ ذات اقدس جسپر قرآن نازل ہوا کہان تک سرچشمۂ انصاف اور سرچشمہ حق پسندی تہے یہہ ثابت اور یہہ ظاہر ہے۔ کہ چونکہ قرآن اور قرآن کا لانے والا سب سے پیچہے آیا تہا اس واسطے کل پہلی قومین اور کل مذاہب اوسکے حاسد اور دشمن تہے اور ایسا ہونا لازمی تہا کون کسی بعد مین آنے والے کو پسند کرتا ہے مگر قرآن اور اوسکے لانے والے نے ان سب عداوتون اور تضاد کو بالائے طاق رکہکر اعلان حق سے چشم پوشی اور سکوت نہ کیا جس جس ملک اور جس جس قوم کا جو کچھہ حق واجبی تہا اوسکے دینے یا اقرار سے ہرگز دریغ نہ کیا حق بہ حق دار باید رسانید سچ کر دکہایا۔ ایک کتاب انجیل بہی ہے جس مین حضرت مسیح کہتے ہین جو مجہہ سے **پہلے آنے والے ہین سب چور اور بٹ مار تہے**" اور ایک قرآن اور محمدؐ ہے جو صریح الفاظ مین اپنے سے پہلے آنے والے بزرگون کی دلائل سے تصدیق کرتا ہے کیا کوئی ایسی دوسری آسمانی کتاب بہی ہے کیا کوی ایسا دوسرا صحیفہ بہی ہے جو اس انصاف اور اس بے تعلقی سے واقعات پر روشنی ڈال رہا ہو وید سے کیا ثابت ہو سکتا ہے اور انجیل کیا تصدیق کر سکتی ہے قرآن ہی ایک ایسی جامع اور اٹل شہادت ہے جو ان واقعات کی تصدیق کرتی ہے کون ہین وہ کم اندیش جو قرآن کو اور اوس کے بانی کو نعوذ باللہ برا کہتے ہین کون ہین وہ لوگ جو اوس کی شان اعلےٰ مین گستاخی کرتے ہین کون ہین وہ جو اس بے رو رعایت شہادت پر یقین نہین کرتے یہہ قول حکم اور کس کتاب مین لکہا پاتے ہین اور یہہ انصاف اور کس آسمانی صحیفہ مین ادا کیا گیا ہے۔

اگر انصاف کوئی شئے ہے تو ضرور ماننا ہی پڑیگا کہ قرآن اور اوس کا لانیوالا انصاف کا حامی اور صداقت کا عاشق تہا وہ سب سے پیچہے آیا اور اُسے سب نے دشمن اور اجنبی جانا لیکن اوس نے انصاف اور حق پرستی ہاتھ سے نہ دی۔

اگر اسوقت کے مسلمان محمدؐ کے زمانہ مقدس مین ہوتے تو ضرور اون کی خدمت مین عرض کرتے ہندوستانی اوتارون اور نبیون کی تصدیق کرنی سے ہماری مسلمانی مین فرق اور انقلاب آنیکا اندیشہ ہے اسواسطے اب خاموش رہین اور شاید بعض نعوذ باللہ اوس ذات اقدس اور مخزن انصاف سے روگردان بہی ہو جاتے ہائے افسوس جو باتین قرآن کی **عظمت** کی ہین اوس سے صریح انکار کیا جاتا ہے اور انہین صرف اسوجہہ سے جہٹلایا جاتا ہے کہ وہ مرزا صاحب کی زبان سے نکلی ہین **دوستو۔ عزیزو۔** میرزا صاحب خدا کو واحد مانتے ہین اور آنحضرت کی رسالت اور جلالت کے قایل اور معترف ہین آؤ اوس سے بہی انکار کرین اگر میرزا ایک خدا کہتا ہے تو ہم دو کہین اگر وہ دو کہتا ہے تو ہم چار کے قایل ہو جاوین چونکہ مرزا صاحب **اتنک رسالت محمدی کے دلدادہ ہین** اسواسطے لازمی ہے کہ ہم صرف نسبتی معیار کی پابندی سے نعوذ باللہ آنحضرت کی رسالت سے بہی اعراض کرین۔

مین نہین کہتا تم مرزا صاحب کے دعاوی کی بلا پوچہے سمجہے تائید یا تصدیق کرو مین تو یہ کہتا ہون کہ اگر مرزا صاحب کی زبان سے کوئی صداقت نکلتی ہے تو اوس سے کیون انکار کیا جاوے کیا یہہ طرز عمل خود صداقت کے خلاف نہین ہے جب مرزا صاحب نے جمعہ کی تعطیل کا جہگڑا چہیڑا تو اکثر حضرات نے اس نیک تجویز سے صرف اس واسطے انکار کر دیا کہ وہ مرزا صاحب کے مونہہ سے نکلی ہے مین نے اپنے ایک انکاری دوست کو کہا کہ چونکہ مرزا صاحب **جمعہ کی تائید** کرتے ہین اسواسطے آؤ ہم جمعہ سے ہی منکر ہو جاوین۔

سلیم طریق تو یہ ہے کہ ہمارے علماء خواہ سنی ہون خواہ شیعہ اور خواہ نیچری اور خواہ احمدی اور خواہ موحد منش جو سچی بلا اختلاف بات ہو اوسکی تصدیق کرین خواہ کسی مونہہ سے سرزد ہو اور نکلے اگر یہ طریق عمل اختیار کیا جاوے تو اسقدر جہگڑے کبہی بکہیڑے نہ رہین **نسبتی معیار** ہر جگہ اور ہر موقعہ پر کام نہین دے سکتا صداقت اور حق پرستی ہی ہر موقعہ پر کام دینے کے قابل ہے **مسیح کی وفات** کی نسبت ہی نہین بلکہ مسیح کی تولید کی نسبت بہی جب سر سید مرحوم نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تہا تو اسقدر شورش نہین تہا اب مرزا صاحب کے مونہہ سے جو یہ بات نکلی تو قیامت آگئی اور اب بہی جب سر سید کا نام

ان مسائل کی نسبت لیا جاتا ہے تو علماء خاموش ہو جاتے ہین وہ جوش نہیں باقی رہتا مگر جب مرزا صاحب کے اس اجتہاد کا ذکر آتا ہے تو خون خوار ہو جاتے ہین کیا یہ طریق عمل **انصاف کا حامی** ہے فرق تو کوئی نہیں سر سید مرحوم وفات مسیح کے قایل ہو کر ساتہہ ہی یہ بھی کہتے تہے کہ وہ **یوسف کا لڑکا** تہا اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ وہ بن باپ ہو اور مرزا صاحب یہہ کہتے ہین کہ وہ مرا تو ضرور ہے لیکن خدا کی قدرت سے بلا باپ پیدا ہوا تہا اور ادہر سے یہ اضافہ ہو گیا کہ مین بہی حضرت **مسیح کے اوصاف مین آیا ہون** اور حضرت صلعم کا غلام ہون اور **سر سید یہہ بھی** کہتے تہے کہ مسیح نے پہر کب آنا ہے یہہ ایک خلاف قیاس مسٔلہ ہے مرزا صاحب نے آنے کی تو تصدیق کی مگر اس طرح پر کہ وہ آسمان سے نہیں اترے گا اور نہ آسمان مین اوس کے واسطے کوئی نردبان لگایا جاوے گا بلکہ اوس کے اوصاف مین کوئی اور شخص آویگا اور اس زمانہ مین اون اوصاف مین - مین آیا ہون - غور کرو ان دونون تاویلون میں کسقدر فرق ہے جو لوگ مسیح کا اوس جسمانی حالت مین آنا بیان کرتے ہین جو اب تک آسمان پر بطور امانت رکہی ہوئی ہے وہ پہلے اسکو ثابت تو کرین زمین کے ساکن ہونے آسمان کے حد نظر ہوتے۔

معراج کی تاویلین تو کی گئین یہان کوئی تاویل نہ چلی بہلا ایک جسم کا اسقدر مدت کے بعد آسمان بمد امانت اترنا یا نازل ہونا بمقابلہ اس تاویل کے کہ مین مسیح کے اوصاف یا خصائل مین ہو کر آیا ہون - کہان تک قابل یقین ہو سکتا ہے یہہ مسٔلہ بہت زیادہ تر بحث کے قابل ہوتا جب مرزا صاحب یہہ کہتے کہ مین اوسی کالبد میں آیا ہون جس میں مسیح سولی دیا گیا تہا اور ابہی آسمان سے بذریعہ ایک طلائی نردبان کے معہ ایک جماعت فرشتون یا ملایک کے ایک پہاڑ کی چوٹی پر نازل ہوا ہون۔

بہلا اسکا فیصلہ تو کرو کہ ان دونون میں سے کونسا سوال زیادہ تر پیچدار یا قابل غور ہے۔

" مین اوسی جسم اور اوسی کالبد مین آیا ہون جو ولادت کے وقت مجہے عطا ہوا تہا اور جسکا مین ایک زمانہ مین صلیب بہی دیا گیا تہا مین ایک خاص عرصہ تک آسمان پر بمد امانت رہا - اور ابہی ابہی زمین پر آیا ہون اور مین دمشق کی مسجد مین اترا تہا اور مجہے نازل ہوتے سب نے دیکہا ہے۔

" مین مسیح کے اوصاف سے متصف ہو کر اور اوس کے خصائل کا حصہ لیکر آیا ہون تاکہ تمہین ہدایت کرون اور مین نے یہہ درجہ اوس مرد خدا محمد عربی کی معرفت یا اقتدا سے حاصل کیا ہے جو کل دنیا کا ہادی ہے اور جس نے مسیح کے آنے کی پیشین گوئی کی تہی - ان دونون سوالون پر غور کرتے - پہلے یہہ سوچنا ہی لازمی ہے کہ کیا اس دنیا مین اوس کے شروع سے لیکر اب تک پہلی حالتین زیادہ تر وقوع مین آتی رہتی ہین یا مابعد کی صورت یقینی ہے ان سوالون کے ساتہہ ہی ان باتون پر بہی غور کی جاوے۔

" اگر واقعی مسیح مر گیا ہوتا اور آسمان پر نہ اُٹہایا گیا ہوتا۔"

" اگر واقعی مسیح نے آنحضرت صلعم کے بعد دنیا مین آسمان سے نہ اترنا ہوتا " تو کیا اسلام صداقت سے گر جاتا اور اوسپر ایمان لانا کفر اور ارتداد ہوتا۔

جب اوصافی یا خصائلی صورت مین دنیا اس قدر مفترض ہوتی ہے تو معلوم نہین جب حضرت مسیح سچ مچ **(بقول بعض علماء کے)** دمشق کی مسجد سے نازل ہون گے تو شاید کوئی بہی اون پر یقین نہین کریگا کیونکہ زمانہ اس وقت تک بہت کچہہ ترقی کر چکا ہوگا واقعی اوس وقت حضرت مسیح کے واسطے ایک بڑی ہی دقت کا سامنا ہوگا۔

جب یہہ نہین مانا جاتا کہ ایک شخص مین فضایل یا خصائل کے اعتبار سے ایک گزشتہ شخص کی زندگی آسکتی ہے تو جسمانی اعتبارات سے کیونکر تسلیم کیا جاوے گا یہی اسماء ہین جو اس مسٔلہ کی نزاکت پر روشنی ڈالتے ہین اور اخیر پر کہنا پڑتا ہے کہ سو بہ ہو صورتین کوئی جسم آسمان سے نہین اتریگا اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے اور اگر کوئی آیا بہی تو خصائل کے اعتبار سے ہی آوے گا اور سنت اللہ بہی یون ہی ہے حضرت مسیح مین کیا فضیلت ہے کہ خواہ مخواہ مکرر زندگانی کا وارث بنایا جاوے یہہ گورنمنٹ انگلشیہ تو نہین ہے کہ لارڈ کرزن کو دوبارہ ہندوستان کا گورنر جنرل کر کے بہیدیوے خدائی گورنمنٹ کے قوانین اٹل اور برجستہ ہین ایک دوسرے کے صفات مین تو لوگ آتے رہتے ہین اور ایک مثال دوسرے سے دیجاتی ہے لیکن جسمانی اعتبار سے آنا مشکل ہے - اور اگر مانا بہی جاوے تو یہ سوال ہوتا ہے کہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے مسیح کی عظمت اور جبروت جسم کے اعتبار سے تو نہ تہی اور نہ ہے اوس کے جسم سے اور صدہا جسم سڈول اور خوبصورت ہون گے - کسی فلاسفر اور حکیم کی عظمت ہمیشہ خصائل اور برکات کے اعتبار سے ہوتی ہے قرآن کی عظمت تو اکثر معانی اور تعلیمات کے اعتبار سے مانی جاتی ہے گو الفاظ مین بہی تقدیس اور فصاحت و بلاغت ہے مگر نرے الفاظ ہی کام کے نہین ہین قرآن کیطرح انبیاء کی برکت بہی روحانیات اور تعلیمات کی جہت سے ہے۔

اور فضائل یا خصائل کی جہت سے اعادہ جسم کی کوئی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔

ہماری رائے مین مرزا صاحب کے اس دعوے کے متعلق تو اب صرف یہ بحث باقی رہنی چاہیئے کہ۔

" آیا وہ بلحاظ صفات یا فضائل یا خصائل کے مسیح ہین۔"

" آیا ایسے اوصافی وجود کی اس زمانہ مین ضرورت تہی یا ہے۔

" ایسے اوصافی وجود کا ہونا ممکنات سے ہے یا نہیں۔

" مجدد جو ہوتے رہے ہین وہ اوصافی وجود مین داخل ہین یا نہین۔

" العلماء امتی کانبیا بنی اسرائیل کسی شق اوصافی وجود کی تشریح ہوتی ہے یا نہین۔

" مرزا صاحب کیون اوصافی وجود کے سلسلہ مین شمار نہین ہو سکتے۔

اب مکرر سہ کرر مسیح کی ممات حیات کا جہگڑا کچہہ بے موقع سا ہے جو لوگ مرزا صاحب کے مرید ہین وہ بہی اس سے انکاری نہین اور جو سر سید کے معتقد ہین وہ بہی اس کے اور جو لوگ مذہب سے ذرا دور ہین وہ پہلے سے ہی ایسے مسائل سے گریز کر چکے ہین جو لوگ ابتک مانتے ہین اور ابتک اسپر یقین رکہتے ہین یقین رکہین بحث سے اور لوگ بہی **متذبذب ہوتے جاتے ہین**۔

مسلمان تو کجا عیسائی بہی دن بدن مسیحی تعلیمات سے روگردان ہین **مسٹر محمود مرحوم کہا کرتے تہے** اگر قرآن مجید مین مسیح کی تصدیق نہ ہوتی تو مین انہیں نبی ہی نہ مانتا **مسیح کی نسبت زمانہ** اور جمہور زمانہ کی رائین بہت ہی مختلف ہو گئی ہین - یہہ سب قصے کہانیان ہین سچا اسلام مانو۔

راقم الحق م۔

اطلاع :- جن خریداران الحکم نے ابہی تک سالگذشتہ کا بقایا بہی ارسال نہین کیا ہے وہ مہربانی کر کے بہت جلد اپنے اپنے حساب صاف کردین مطبع کو اس لحاظ سے کہ وہ چہاپنے والی مشین کا انتظام کر رہا ہے روپیہ کی بہت بڑی ضرورت ہے - اور اس کا پورا ہونا موقوف تو خدا کے فضل و کرم ہی پر ہے لیکن بلحاظ تدابیر و اسباب خریداران پر اسکا بہت بڑا مدار ہے - ایڈیٹر۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ اخبارات مین

ریاض الاخبار گورکہپور جو ہفتہ مین دوبار شایع ہوتا ہے اخباری دنیا مین مسلم ممتاز پرچہ ہے اسکی راوین کو عموماً عزت کی نظر سے دیکہا جاتا ہے مین دیکہتا ہون کہ اس معزز اخبار نے جب کبہی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق اظہار رائے کیا ہے تو وہ ہر چند اس سلسلہ مین داخل نہین ہے لیکن اپنے اپنی رائے نہایت بے تعصبی سے دی ہے - عزیز احسن الجزار

اپنی ۸ مارچ ۱۹۰۵ء کی اشاعت مین معزز ہمعصر مسٔلہ جہاد پر لکہتے ہوئے رقمطراز ہے۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ابہی چندروز ہوئے مسٔلہ جہاد کے متعلق نہایت عمدہ رائے دی ہے اور انہون نے ثابت کیا ہے کہ ایسی آزاد گورنمنٹ دنیا مین کہان ہو سکتی ہے سب جانتے ہین کہ مین **مدعی مسیح موعود** ہون اور ہمیشہ پادریون سے بحث ہوا کرتی ہے یہانتک کہ خون کے مقدمہ مین پہانسا گیا مگر باوجود اس کے کہ جج پادری تہا امداد مستغیث سے ہے ایڈیٹر لفٹنٹ گورنر کے خیالات پادریانہ تہے دوسرا فیصلہ کرنیوالا انگریز تہا - مگر مجہے بچا دیا اور اسیطرح جسقدر مقدمے مجہپر دائر کیئے گئے ہین سب مین مین بری کیا گیا اگر ذرا بہی تعصب ہوتا تو یہ لوگ مجہے کبہی نہ چہوڑتے۔

مرزا صاحب کے ان خیالات کو اگر دیکہنا ہو تو الحکم قادیان دیکہنا چاہیئے جو سب پالسی کا آرگن ہے اور اخباری حیثیت سے بہی وہ برا نہین ہے۔

ایمان مین عقل کو دخل نہین اس عنوان سے ایک مراسلت معزز ہمعصر **پرکاش** کی ماہ فروری ۱۹۰۵ء کی اشاعت مین شایع ہوئی ہے راقم کا نام صرف لکشمیر دیا ہے - ہر چند اس چٹہی کے بعض حصے قابل اصلاح ہین خصوصاً یوزآسف اور یوزاسف کی تحقیقات تاہم مین فی الحال اس سوال کو چہوڑ کر ایک خاص غرض کے لئے اس چٹہی کو شایع کرتا ہون اور وہ یہ ہے کہ اس مین الہام کی ضرورت اور موجودہ زمانہ مین اس مسٔلہ پر پوری روشنی ڈالنے والے امام کا ذکر کیا گیا ہے اور ہزارون کے اخبار مین کم از کم ایک غیر مسلمان کی قلم سے۔

ان مسلمانوں کیلئے بھی یہ مضمون عبرت بخش ہے جو باوجود مسلمان کہلانے کے الہام پر مہر لگا چکے ہیں۔ بہر حال امید ہے کہ یہ مضمون دلچسپی سے پڑھا جاوے گا۔ آیندہ کسی اشاعت میں انشاء اللہ میں اس پر کوئی اصلاحی نوٹ لکھنے کی کوشش کروں گا۔

ایمان میں عقل کو دخل نہیں

ایمان کا خاصہ ہے کہ وہ بالغیب ہو یعنے الہام پر مبنی ہو۔ الہام علام الغیوب (سرو انتریامی) سے غیب کی باتوں کا علم حاصل کرنے کو کہتے ہیں عقل بھی پیش بینی کرتی اور قیاسات دوڑاتی ہے مگر اسکی پیش بینی وغیرہ بر بنار واقعات موجودہ و وسایل معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ ہمیشہ از قسم تدبیر ہوتی ہے مگر الہام کا حال ایسا نہیں اور وہ ہمیشہ از قسم تقدیر ہوتا ہے۔

میں اس مضمون کو اپنے دوستوں ہی کی زبان پر پیش کرتا ہوں پیش بینی جو منش اپنی بدہی وِدّیا (قیاس) کرتے ہیں ویسی نہیں ہوتی جیسی یوگی جن اپنے یوگ دوارا انوبھو (محسوس) کرتے ہیں۔

تمام کتب مذہبی خواہ وہ کسی مذہب سے علاقہ کیوں نہ رکھتی ہوں الہام کے تذکرہ سے بھرپور ہیں بودہ ازم جو اپنے ناستک پن میں مشہور ہو چکا ہے وہ بھی اس سے خالی نہیں چنانچہ میں نے ایک کتاب بودہ ازم کی تعلیم کے متعلق پڑھی ہے جس کا نام بوزاسف وبلوہر ہے اور جس کا ترجمہ قریباً آٹھ نو سو برس سے عربی زبان میں ہو چکا ہے اور جس میں بوزاسف نامی ایک ہندی شہزادے کا حال درج ہے جسمیں بلوہر نامی ایک بودہ سادھو سے جن کی تعلیم حاصل کی تھی اور جس کی نسبت مہاتما بودہ نے کئی سو برس پیشتر سے بربنار الہام پیشگوئی کر رکھی تھی یہ وہی شخص ہے جس کا مدفن سری نگر کشمیر میں خیال کیا جاتا ہے اور جو مرزا صاحب کی تحقیق کے موافق مسیح صاحب انجیل کا مدفن ہے شاید مرزا قادیانی صاحب موصوف نے یوزاسف کی بائے موحدہ کو یائے تحتانی خیال کیا ہو اور بجائے بوزاسف کے یوزاسف پڑھا ہو اور چونکہ اس کتاب کی تماثیل بہت کچھ انجیل مقدس کی تماثیل سے ملتی جلتی ہیں۔ یہانتک کہ کئی جگہ بعینہٖ بھی وہی ہیں لہذا انہوں نے خیال کیا ہو کہ اس کتاب میں جس شخص کا احوال درج ہے شاید وہ مسیح صاحب انجیل ہی ہو۔

تمام مذاہب کے مذہبی لیڈر تمام کوشاں رہتے ہیں کہ ان کو اپنے مذہب کے لوگ دوسرے مذاہب کی کتب مذہبی اور ملہمان سے متنفر رہیں اور نفرت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ خود اپنے مذہب کی کتب مذہبی اور ملہمان سے بھی جو دیگر مذاہب کی کتب مذہبی اور ملہمان کی سی ہوتی ہیں بے خبر رہتے ہیں یا متنفر ہو جاتے ہیں بس اسطرح سے الہام کے بڑے بڑے ذخیرہ قفل بندی کیمالت میں پائے جاتے ہیں مگر مزہ کی بات ہے کہ دنیا بھر کی کتب تواریخ بھی اس الہامی سایہ سے بچی ہوئی معلوم نہیں دیتیں چنانچہ سبکتگین والد محمود غزنوی کی اپنی بادشاہت کی خبر ایک فرشتے کی معرفت اور ساہو جی والد سیوا جی مرہٹوں کی بادشاہت کی خبر ایک دیوی کی معرفت پیشتر سے مل چکے تھے اور ایسا ہی کتب تواریخ کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ کتنے ہی واقعات عالم کا علم بغیر کسی عقلی پیش بینی کے محض بدرجہ الہام پیشتر سے معلوم ہو چکا تھا۔ کتب مذہبی اور کتب تواریخ کو چھوڑ کر خود ہماری اپنی حالت یہ ہے کہ بارہا ہمکو کوئی بات پیش از وقت یا غیب کی خواب وغیرہ کے ذریعہ معلوم ہو جاتی ہے جسمیں عقلی پیش بینی کی بو باس تک نہیں ہوتی۔ اکثر ہمارے خواب اپنے امتحانات کے نتائج کی نسبت ٹھیک پائے گئے ہیں۔ صرف پاس اور فیل ہونے کا ہی پتہ درست ہی بلکہ نمبروں تک درست ہوتے ہیں۔ اور وہی ہوتے ہیں جو خواب میں دیکھے تھے۔

فی زمانہ مرزا صاحب قادیانی نے اس مضمون پر اچھی طرح سے روشنی ڈالی ہے گو اکثر لوگ ان کے دعاوی وغیرہ کی وجہ سے متعصب ہو کر اس خاص مضمون کی عظمت اور حقیقت محسوس کرنے سے بھی عاری ہو گئے ہیں مگر اس باہمت شخص کی کوششوں نے اس خاص مضمون کو جس سے فی الحقیقت قوت ایمان نشو و نما پاتی ہے سورج کی روشنی میں رکھدیا ہے جسمیں اب کوئی جگہ غلط فہمی کی باقی نہیں رہی۔

اب اس سرگرم طبیعت کے پیر مرد کا میلان خاطر کرشن جی کیطرف پایا جاتا ہے، اپنے زمانہ میں شجاعت وغیرہ اوصاف جس سے متصف ہونے کے علاوہ پورن یوگی تھے۔ بس اگر مرزا صاحب موصوف نے یوگ کا رستہ پالیا تو گویا انہوں نے وہ رستہ پالیا جس سے تمام انبیاء علیہ السلام علام الغیوب (سرو انتریامی) سے الہام پایا کرتے تھے یا جس رستے سے تمام یوگی جن اپنے پیارے سرو انتریامی (علام الغیوب) کی بارگاہ اعلی میں شرف حضوری حاصل کرتے تھے اسی مطلب کو ادا کرنے کیلئے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ہر جگہ موجود ہے پر وہ نظر آتا نہیں
یوگ سادہن کے بنا ان اسکو کوئی پاتا نہیں

یہ وہ راہ ہے جس کے متعلق فی زمانہ تھیوسوفیکل سوسائٹی نے دلایل عقلیہ سے کام لیا ہے اور دنیا میں اسکو شہرت دی ہے جس کیلئے سب لوگ سوسائٹی موصوفہ کے مشکور پائے جاتے ہیں مگر چونکہ یہ راہ ریاضت طلب ہے، لہذا مجھے مرزا صاحب سے گو وہ عمر رسیدہ ہیں اور ان کے باہمت اور باوفا رفیقوں سے امید ہے کہ وہ اس پراکٹیکل سائینس (یوگ ودیا) کے متعلق قواعد پر کاربند ہو سکیں کیونکہ انکی اپنی صوم و صلوٰۃ کے متعلق فرائض ادا ہونے ممکن نہیں جب تک وہ ان یم نیموں کو پالن نہ کریں جو مہرشی پتنجلی جی نے اپنی یوگ سوتروں میں بیان کئے ہیں۔

ہے پر۔ ماتمن تو اس شخص کی عمر کو دراز کر اور اسکی صحت اور ہمت کو برقرار رکھ اور توفیق بخش کہ وہ تیرے اور تیرے عاجز بندوں کے درمیان پھر سکے اور اس رسم کا دروازہ کھول سکے جو عرصہ سے بند ہو چکا ہے۔

ہم نے پرماتما سے مونہہ موڑا اور انہوں نے بھی بظاہر ہم سے مونہہ موڑ لیا عرصہ تک ہمارا نام اپنی زبان پر نہ لائے لیکن لم نقصص وغیرہ اشاروں سے ان کی اس بے پایاں محبت کا پتہ چلتا ہے جو وہ اپنے بندوں کے ساتھ رکھتے ہیں آخر انہوں نے بھی ہمیں یاد کیا۔ اب جبکہ وہ آپ آئے ہیں۔ ہمیں بھی ان سے اٹھکر ملنا چاہیئے۔ (راقم لکشبیر)

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

آریہ سماج کا طریق تبلیغ

معزز ریاض الاخبار لکھتا ہے۔ "آریہ سماج کے واعظوں اور ریفارمروں کا طرز استدلال ایسا ناگوار ہوتا ہے جسکو ہم مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو بھی نفرت کرتے ہیں ہم کبھی ان بحثوں کو پسند نہیں کرتے مگر ملک کے ایک گروہ میں سخت کلامی اور بدزبانی کو دیکھکر افسوس آتا ہے

ہمکو امید ہے کہ ہمارے معزز ہمعصر آریا گزٹ اور اپنے گروہ کو اس بات پر آمادہ کر دیں گے کہ وہ تلخ و درشت الفاظ کی جگہ شیریں بیانی سے کام لیا کریں گے آریہ سماج کی درشتی اور تلخ بیانی کا ایک زبردست ثبوت یہی ہے کہ خود آریہ سماج کے سمجھدار لوگ اس سختی کو محسوس کرنے لگے ہیں۔ اور متعدد عدالتی فیصلوں نے اس پر اور بھی مہر کر دی ہے۔

پرکاش کی رائے

ہمعصر پرکاش جو آریہ سماج کا لبرل اخبار کہلاتا ہے اس نے اپنی ۴ مارچ ۱۹۰۵ء کی اشاعت میں آریہ مسافر کے طرز تحریر پر یوں رائے زنی کی ہے "جہاں آریہ مسافر میگزین نے ہمیں بہت سے فوائد پہنچائے ہیں وہاں افسوس ہے کہ ایک نقصان بھی پہونچایا ہے اور وہ یہ کہ اسلامی رسالوں کے ایڈیٹروں کیطرح ہمارے ایڈیٹر صاحب کی تحریرں میں بھی کچھ سختی آگئی ہے جو اس کے شایاں نہیں۔"

پرکاش کا یہ کہنا کہ اسلامی رسالوں کے ایڈیٹروں کیطرح یہ صرف جنبہ داری ہے ورنہ اسلامی رسالوں کا لٹریچر ایسا دلشکن اور قابل نفرت نہیں جیسا آریہ مسافر اور اسکی یادگار آریہ مسافر کا ہے۔ مسلمانوں نے اگر کچھ لکھا ہے تو محض دفع نفس کے طور پر ہے۔ بہر حال خوشی کی بات ہے کہ آریہ سماج محسوس کرنے لگی ہے کہ اس کے مذہبی مناظرہ کے لٹریچر میں اصلاح کی ضرورت ہے اور بہت بڑی ضرورت ہے۔

*

عداوت کیسا اندھا بناتی ہے

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عداوت نے مخالفوں کے دل و دماغ کو ایسا تاریک کیا ہے کہ وہ قطع نظر اس کے کہ جو بات اس کے منہ سے نکلتی ہے وہ کیسی ہی مسلّم اور صحیح ہو اس کی مخالفت کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور اگر دوسروں کے مونہہ سے وہی باتیں نکلیں تو وہ خوبیاں ہی سمجھی جاتی ہیں۔ بہر حال میں جب حضرت حجۃ اللہ کے منہ سے نکلی ہوئی صداقتوں کو مخالفوں کے منہ سے بھی کسی رنگ تسلیم میں سنتا ہوں تو بڑی ہی خوشی ہوتی ہے۔ حضرت باوا نانک صاحب اور سری کرشن جی مہاراج اور دوسرے اکابران ہند کی نسبت حضرت حجۃ اللہ نے جو یقینی امور جنسے دنیا ناواقف تھی ظاہر فرمائے ہیں یا مسیح کی قبر ہند کے متعلق جو تحقیقات فرمائی ہے وہ ایک عجیب رنگ میں اشاعت پا رہی ہے۔

شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے ایک اچھے شاعر ہیں وہ بظاہر اس سلسلہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتے انہوں نے اپنی ایک نظم شایع کرائی ہے جسپر خود ہی انہوں نے نوٹ بھی